جلد ۳ مئی ۱۹۶۲ء شمارہ ۵

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آلِ عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ چندہ: پانچ روپے
قیمت فی پرچہ: آٹھ آنے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(آل عمران)

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ # انصار اللہ ربوہ

مئی سنہ ۱۹۶۲ء

(ایڈیٹر)

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ:- پانچ روپے ٭ فی پرچہ:- پچاس پیسے

فہرست مضامین

(طابع و ناشر:- محمد ابراہیم ؛ مطبع:- ضیاء الاسلام پریس ربوہ ؛ مقامِ اشاعت:- دفتر ماہنامہ "انصار اللہ" دار الصدر جنوبی ربوہ)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

جلد ۳ | ماہنامہ انصار اللہ ربوہ | شمارہ ۵

(۱۵ مئی ۱۹۶۲ء)

اس زمانہ کے سب سے مقدم عملِ خیر کی بجا آوری

جماعت احمدیہ کا محیّر العقول کارنامہ

یہ ایک حقیقت ہے ــــ ناقابلِ تردید حقیقت ــــ کہ اپنے ہی نہیں اغیار بھی اِس بات کے معترف ہیں کہ آج روئے زمین پر صرف اور صرف جماعتِ احمدیہ ہی وہ واحد اسلامی جماعت ہے جسے اِس دَور کا سب سے اہم، سب سے بڑا اور سب سے مقدّم عملِ خیر بجا لانے کی توفیق مل رہی ہے۔ قبل اِس کے کہ ہم اُن وجوہات پر روشنی ڈالیں، جو جماعتِ احمدیہ کو اِس امتیازی شرف سے بہرہ ور کرنے کا موجب ہیں یہ واضح کر دینا ضروری ہے کہ وہ سب سے اہم، سب سے بڑا اور سب سے مقدّم عملِ خیر ہے کیا؟ یہ امر سب مسلمانوں کے نزدیک مسلّم ہے اور مختلف حلقوں کی طرف سے آئے دن اس کا اظہار بھی ہوتا رہتا ہے کہ فی زمانہ مسلمانوں کے لئے سب سے مقدّم کام تبلیغِ اسلام کا ہی کام ہے اور دنیا میں حفاظتِ اسلام اِس کی کماحقہٗ انجام دہی کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ سو بفضلہٖ تعالیٰ یہی وہ کام یا عملِ خیر ہے جسے منفرد حیثیت میں کمال درجہ تندہی، محنت اور جانفشانی سے سرانجام دینے کی غیر معمولی توفیق جماعتِ احمدیہ کو مل رہی ہے۔ ہر چند کہ دنیا میں اسلامی جماعتوں کی کمی نہیں ہے لیکن یہ صرف اور صرف جماعتِ احمدیہ کے ہی سرفروش مبلّغینِ اسلام ہی ہیں جو آج دنیا کے کونے کونے میں پہنچ کر غیر علاقوں اور غیر قوموں تک اسلام کا پیغام پہنچا رہے ہیں۔

کیا یورپ اور کیا ایشیا، کیا افریقہ اور کیا امریکہ ہر جگہ اور ہر مقام پر ان کے مجاہدانہ کارناموں کی بدولت تبلیغ و اشاعت اسلام کی ایک زبردست مہم جاری ہے۔ اُن دُور دراز علاقوں میں بھی جہاں اسلام کا نام سُننا بھی لوگوں کو گوارا نہ تھا آج خدائے واحد کے نام اور اُس کے بھیجے ہوئے دین واحد کی منادی ہو رہی ہے اور اِس شان سے ہو رہی ہے کہ وہاں کی سعید رُوحیں اپنے آبائی مذاہب کو خیرباد کہہ کر برابر اسلام کی طرف کھنچی چلی آ رہی ہیں اور گواہی دے رہی ہیں کہ اسلام ہی وہ دینِ فطرت ہے کہ جس کے ساتھ آج پوری انسانیت کی نجاح و فلاح وابستہ ہے۔ یہ دنیا کبھی حقیقی امن سے ہمکنار نہ ہو گی جب تک کہ اسلام کی عافیت بخش آغوش میں آکر اطمینان کا سانس نہ لے گی۔ جماعتِ احمدیہ کا یہی وہ عظیم الشان کارنامہ ہے جس نے ایک دنیا کو ورطۂ حیرت میں ڈال رکھا ہے اور مختلف حلقوں میں اِس کا مختلف ردِّ عمل ظاہر ہو رہا ہے۔

بالخصوص دنیا بھر کے عیسائی حلقے جنہوں نے مغربی اقوام کے سیاسی غلبہ و استیلاء کے بل پر ساری دنیا کو عیسائیت کا حلقہ بگوش بنانے کی ٹھان رکھی تھی سخت پریشان اور مضطرب ہیں کہ خلافِ توقع اسلام کے جسدِ بے جان میں یکایک زندگی کی رَمق کیسے عود کر آئی ہے اور صدیوں کا یہ مُردہ کس طرح دوبارہ زندہ ہو کر دن بدن مصروفِ عمل ہوتا جا رہا ہے۔ وہ پریشان اور مضطرب اِس لئے ہیں کہ انہیں اسلام کی اِس بیداری اور اُبھرتی ہوئی زندگی میں عیسائیت کی موت نظر آ رہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جماعتِ احمدیہ کی عالمگیر تبلیغی مہم پر شدید خطرہ اور گھبراہٹ کا اظہار کر رہے ہیں۔ چنانچہ زیادہ عرصہ نہیں گزرا سوئٹزرلینڈ کے ایک مشہور اخبار "فریڈنکر" (Freidenker) نے مشرق و مغرب میں جماعتِ احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی مساعی اور ان کے حیران کن نتائج پر بہت کچھ واویلا کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

"آج ہم کسی ایسی صورتِ حال سے دوچار نہیں ہیں کہ عرب فوجیں چمکیلی اور خمدار تلواریں ہاتھوں میں لئے بوڑھے اور ضعیف یورپ کی طرف بڑھی چلی آ رہی ہوں۔ آج اسلام جن ہتھیاروں سے حملہ آور ہے وہ سابقہ ہتھیاروں کی نسبت بہت نرم و نازک ہیں لیکن اثر کے لحاظ سے خمدار تلواروں سے کسی طرح کم نہیں ہیں۔ ہمارے زمانے میں اسلام کا حملہ اُن تبلیغی مشنوں کی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے جن کی پیش قدمی بالخصوص افریقہ اور ایشیا میں کچھ ایسی نوعیت کی حامل ہے کہ اسے روکنا آسان نہیں ہے۔ ان دونوں براعظموں میں اسلام کی تبلیغی مہم بڑی مضبوطی سے اپنے پاؤں جماتی چلی جا رہی ہے اور دن بدن اس کی شدت میں اضافہ ہو رہا ہے۔ یہی وہ صورتِ حال ہے جو عیسائی مشنوں کے کام کو مشکل اور اُن کی

زندگی کو تلخ بنانے کا موجب بنی ہوئی ہے ـــــ مزید برآں اسلام اپنی ان تبلیغی کامیابیوں پر جو اُسے افریقہ اور ایشیا میں حاصل ہو رہی ہیں اکتفا کرنے کے لئے تیار نہیں ہے بلکہ وہ دوسری طرف پوری دلیری کے ساتھ عیسائی یورپ کے قلب کی طرف بڑھا چلا آرہا ہے، وہ اِس طرح کہ یہاں خود ہمارے درمیان اس کی تبلیغ کا سلسلہ جاری ہے۔ کلیسیا اِس صورتِ حال پر بہت پریشان ہے اور اسے اپنے لئے ایک چیلنج تصوّر کرتی ہے۔"

اسی طرح سوئٹزرلینڈ کے ہی ایک اور اخبار Freiburger Nachrichten نے اپنی ۱۸ مارچ ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں جماعتِ احمدیہ کی عظیم مشنری سپرٹ کو سراہتے اور اس کے نتیجے میں رونما ہونے والے غلبۂ اسلام کے واضح آثار پر انتہائی حیرت اور گھبراہٹ کا اظہار کرتے ہوئے لکھا:۔

"فرقۂ احمدیہ جو اسلام ہی کا ایک سرگرم اور فعال حصّہ ہے اس کے لیڈروں نے دنیا بھر میں اپنی تبلیغی سرگرمیوں کو تیز تر کرنے کے بارہ میں اپنے ممبران سے ایک پُر زور اپیل کی ہے۔ اس اپیل میں جماعت کے ممبران سے مطالبہ کیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے خاندان میں سے ایک ایک آدمی اشاعتِ اسلام کی غرض سے پیش کریں کیونکہ ماہوار چندوں کی رقوم ادا کر کے اپنے آپ کو فریضۂ تبلیغ سے سبکدوش سمجھ لینا اور اِس طرح تبلیغ کے کام کو محض اتفاقات کے حوالے کر دینا مناسب نہیں ہے۔ اپیل میں کہا گیا ہے کہ آئندہ مبلغینِ اسلام کی تعداد کو بڑھانا اور تمام ذرائع کام میں لاکر تبلیغِ اسلام کی منظم جدّوجہد کو تقویت پہنچانا ضروری ہے ـــــ اِس وقت افریقہ میں حالت یہ ہے کہ اگر ایک افریقی باشندہ عیسائیت قبول کرتا ہے تو اس کے بالمقابل بائیس افریقی باشندے اسلام کے حلقہ بگوش بن جاتے ہیں۔ اسلام کی طرف سے مذکورہ بالا تیز تر تبلیغی جدّوجہد بلاشبہ ایک ۱ اور بائیس ۲۲ کی اِس نسبت کو اور بھی زیادہ بڑھا دے گی اور یہ امر عیسائیت کے لئے مزید نقصان اور دھکے کا موجب ہوگا۔"

سوئٹزرلینڈ کے ہی ایک اور مشہور روزنامہ "Bundner Tagblatt" نے ۱۱ جون ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں جماعت احمدیہ کی عظیم الشان تبلیغی جدوجہد کی وسعت اور اس کے عالمگیر اثرات کا بہت زوردار الفاظ میں ذکر کیا اور اسے نوعِ انسان کی روحانی تاریخ کے عجیب و غریب واقعات میں سے ایک واقعہ اور نشان قرار دیا۔ اس نے لکھا:۔

"کہیں اِس خیال کے پیشِ نظر کہ تحریکِ احمدیت کا آغاز ہندوستان ایسے دُور دراز ملک سے ہوا ہے ہم میں سے بعض لوگ یہ نہ سمجھنے لگیں کہ اِس تحریک سے ہمیں کیا تعلق یا واسطہ ہو سکتا ہے۔ اِس ضمن میں ہم کو یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ آجکل کی دنیا میں فاصلوں کی دُوری

اور بُعد کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ آجکل تو طویل سے طویل فاصلہ بھی قریب ترین فاصلہ کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ خود اِس ملک میں جماعتِ احمدیہ کے تبلیغی مشن کا وجود اِس کا بیّن ثبوت ہے۔ کیا اِس کے نتیجہ میں زیورک میں خود ہمارے اپنے درمیان ایک اسلامی عبادت گاہ یعنی مسجد کی تعمیر ممکن ہوتی نہیں دکھائی دے رہی؟......

(یاد رہے) یہ جماعت دنیا کے اَور بہت سے حصّوں میں بھی پھیل گئی ہے۔ جہانتک یورپ کا تعلق ہے لنڈن، ہمبورگ، فرانکفورٹ، میڈرڈ، دی ہیگ، زیورک اور سٹاک ہالم میں اب اِس جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن قائم ہیں۔ امریکہ کے شہروں میں سے واشنگٹن، لاس انجلیز، نیو یارک، پٹسبرگ اور شکاگو میں بھی اِس کی شاخیں موجود ہیں۔ اِس سے آگے گرینا ڈا، ٹرینیڈاڈ اور ڈچ گی آنا میں بھی یہ لوگ مصروفِ کار ہیں۔ افریقی ممالک میں سے سیرالیون، گھانا، نائیجیریا، لائبیریا اور مشرقی افریقہ میں بھی ان کی خاصی جمعیت ہے۔ مشرق وسطی اور ایشیا میں سے مسقط، دمشق، بیروت، ماریشس، برطانوی شمالی بورنیو، کولمبو، رنگون، سنگاپور اور انڈونیشیا میں ان کے تبلیغی مشن کام کر رہے ہیں۔

دوسری عالمگیر جنگ سے قبل ہی قرآن کا دنیا کی سات مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے کا منصوبہ تیار کیا گیا تھا۔ چنانچہ اب تک ڈچ، جرمن اور انگریزی میں پورے قرآن مجید کے تراجم عربی متن کے ساتھ شائع ہو چکے ہیں۔ عنقریب روسی ترجمہ بھی منظر عام پر آنے والا ہے۔

اِس جماعت کا نصب العین بہت بلند ہے اور وہ یہ کہ روئے زمین پر بسنے والے تمام بنی نوع انسان کو ایک ہی مذہب کا پابند بنا کر انہیں باہم متحد کر دیا جائے اور وہ مذہب احمدیت یعنی حقیقی اسلام ہے۔ اِس کے ذریعہ یہ لوگ پوری انسانیت کو اسلامی اخوّت کے رشتہ میں منسلک کر کے دنیا میں حقیقی اور پائیدار امن قائم کرنا چاہتے ہیں۔ انہیں توقع ہے کہ بالآخر تمام بنی نوعِ انسان اسلام کی آغوش میں آکر مسلمان ہو جائیں گے۔

یہ جماعت خود اور اِس کا اپنے مولد و مسکن سے نکل کر پوری دنیا پر اِس قدر مضبوطی سے پھیل جانا نوعِ انسان کی روحانی تاریخ کے عجیب و غریب واقعات میں سے ایک واقعہ اور نشان ہے۔"

اِسی پر بس نہیں "سوئس ایونجیلیکل مشنز کونسل" کے پندرہ روزہ ترجمان "واندرر"

(Wandrer) نے جماعتِ احمدیہ کی عالمگیر تبلیغی مساعی کے نتیجہ میں رونما ہونے والے عظیم روحانی انقلاب سے عیسائی دنیا کو آگاہ کرنے کے لئے ایک خصوصی ایڈیشن نکالا جو تمام تر جماعتِ احمدیہ کے متعلق مضامین پر مشتمل تھا۔ اخبار مذکور نے اِس امر کو تسلیم کیا کہ جماعتِ احمدیہ کا وجود عیسائی دنیا کے لئے ایک چیلنج کی حیثیت رکھتا ہے اور یہ کہ اگر عیسائیت کو دنیا میں زندہ رہنا ہے تو اس کے لئے از بس ضروری ہے کہ وہ اِس چیلنج کا جواب دے۔ چنانچہ اس نے لکھا:۔

"مَیں ایک دفعہ پھر احمدیوں کے اِس احساس کی طرف کہ وہ ایک مقدس آسمانی مشن کے حامل ہیں توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ اِس بات پر انہیں پختہ ایمان حاصل ہے کہ دنیا کے تمام مذاہب اور تمام قومیں مسیح موعود کے نام پر متحد ہو جائیں گی۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ وہ مسیح موعود مرزا غلام احمد ہیں یا ناصرہ کا رہنے والا یسوع؟

احمدیہ تحریک ترقی کی بے پناہ امنگوں اور اپنی حیران کن کامیابیوں کے ساتھ ہم عیسائیوں کے لئے بالعموم اور ہماری نئی نسلوں کے نوجوانوں کے لئے بالخصوص ایک چیلنج کی حیثیت رکھتی ہے۔ جبکہ ایک مشکوک اور مابہ النزاع امر کے حق میں اتنی عظیم کوشش بروئے کار لائی جا سکتی ہے تو کیا ہم عیسائیوں کا یہ فرض نہیں ہے کہ ہم اپنے ایمان و یقین اور جذبہ و جوش کو اُس کی عزت کے لئے بروئے کار لائیں جس نے ہمارے خاطر اپنی جان تک قربان کردی"۔

یہاں ہم سوئٹزرلینڈ کے مشہور روزنامے "Bundner Tagblatt" کا (جس نے ۱۱ر جون ۱۹۶۱ء کے شمارہ میں جماعتِ احمدیہ پر ایک مبسوط مقالہ شائع کیا تھا اور جس کا ایک اقتباس ہم اُوپر درج کر آئے ہیں) ایک اور اقتباس درج کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ اِس اخبار نے اپنے پہلے مضمون کی اشاعت کے چار ماہ بعد ایک اور زوردار مضمون شائع کیا اور اس میں یورپ کے متعدد ملکوں میں جماعتہائے احمدیہ کے قیام کو خطرہ کا الارم قرار دیتے ہوئے لکھا:۔

"ہم پہلے بھی اِس عجیب و غریب حقیقت پر روشنی ڈال چکے ہیں کہ اسلام نے باقی دنیا سے صدیوں الگ تھلگ اور بے تعلق رہنے کے بعد ہمارے اپنے زمانہ میں اپنی سابقہ تاریخ اور باطنی قوت کی پھر جھلک دکھانی شروع کر دی ہے اور ایک پُرزور حرکت اور عزم کے ساتھ اس نے ساری دنیا کو اپنا حلقہ بگوش بنانے کی ٹھان لی ہے۔

اسلام میں سب سے زیادہ مستعد اور چاق و چوبند فرقہ وہ ہے جو جماعتِ احمدیہ کے نام سے موسوم ہے اور جس نے پہلے ہی مغربی یورپ کے متعدد ممالک میں اپنی شاخیں

قائم کرنے کے علاوہ وہاں متعدد مساجد بھی تعمیر کر لی ہیں۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

یہ اسلامی جماعتیں (یورپ کی جماعتہائے احمدیہ) محض فرقے ہی نہیں ہیں یہ اپنی ذات میں ایک عالمی مذہب کے بڑے فعال اور مستعد تبلیغی مراکز کی حیثیت رکھتی ہیں۔ یہ لوگ اپنے ماحول اور ارد گرد کے علاقہ میں جاتے ہیں اور اس حال میں جاتے ہیں کہ روحانی تقدس کا ایک نورانی ہالہ ان کے گرد ہوتا ہے اور پھر یہ ایک غیر مبدّل اندازِ زیست کی دلکشی، فکر و نظر کے ایک سادہ اسلوب کی جاذبیت، ولولہ انگیز ماضی کی حوصلہ افزائی، بھرپور ثقافتی روایات کی اثر انگیزی اور رندانہ جوش و خروش کی فراوانی سے پوری طرح مزیّن ہوتے ہیں۔ اور یہ سب چیزیں مل کر ان میں وہ کشش اور دلربائی پیدا کر دیتی ہیں کہ جو بہت سے لوگوں پر جادو کا سا اثر کئے بغیر نہیں رہتی۔ اگرچہ بلحاظ تعداد ان کی کامیابی چنداں اہم نہیں ہے لیکن ہمیں یہ امر فراموش نہیں کرنا چاہیئے کہ اوّل تو یورپ میں اسلامی مشن ابھی نوزائیدگی کی حالت میں ہے دوسرے اسلام کی اس عالمی تحریک کے قائدین اس عزم بالجزم سے مالا مال ہیں کہ وہ ان ابتدائی کامیابیوں پر کسی صورت بھی اکتفا نہیں کریں گے۔

یہ امر کہ ان کا یہ عزم طے شدہ پروگرام کے مطابق بروئے کار آکر مثمر ثمرات ثابت ہو رہا ہے اس حقیقت سے ہی واضح ہو جاتا ہے کہ آج بھی افریقہ میں حالت یہ ہے کہ عیسائیت قبول کرنے والے ایک افریقی باشندے کے بالمقابل ۲۲، افریقی باشندے اسلام قبول کر کے اس کے حلقہ بگوش بن جاتے ہیں۔"

اور ڈنمارک کے مشہور اخبار " Aarhus Stiftstidende "

نے اپنی ۱۳/ اکتوبر ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں جماعتِ احمدیہ کے چیلنج کی وجہ سے یورپ میں پیدا شدہ صورتِ حال کو زندگی اور موت کے مرحلہ سے تعبیر کیا اور واشگاف الفاظ میں لکھا:۔

" اس میدان میں بھی ہمارے لئے قابلِ غور سوال یہ ہے کہ آیا ہم اس مقابلہ سے زندہ بچ کر نکل سکیں گے؟"

خود یورپ کے عیسائی اخباروں کے یہ منہ بولتے اقتباسات اس امر کی بیّن دلیل ہیں کہ اپنوں ہی کے لئے نہیں بلکہ اغیار کے لئے بھی اس امر کو تسلیم کرنے کے سوا چارہ نہیں ہے کہ مسلمانوں میں سے صرف جماعت احمدیہ ہی ایک ایسی مستعد اور فعّال جماعت ہے جس نے پوری دنیا کو اسلام کا حلقہ بگوش بنانے کیلئے

سر دھڑ کی بازی لگا رکھی ہے اور موجودہ دَور کے سب سے اہم، سب سے بڑے اور سب سے مقدّم عملِ خیر کی اِس مہتم بالشان سرانجام دہی کے نتیجہ میں ایک عالمگیر روحانی انقلاب کے واضح آثار نمایاں سے نمایاں تر ہوتے جا رہے ہیں۔

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ روئے زمین کے مسلمانوں میں سے جماعتِ احمدیہ کو تبلیغِ اسلام کا فریضہ اس قدر مہتم بالشان طریق پر سرانجام دینے کی توفیق کا ملنا کیونکر ممکن ہوا ہے؟ یہ سوال دنیا کے لئے ایک زبردست اچنبہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا بھر کے مذہبی حلقے حیران ہیں کہ اِس حال میں کہ مسلمانوں کا سوادِ اعظم تبلیغِ اسلام کے فریضے سے یکسر غافل ہے اِس چھوٹی سی جماعت میں اِس بلا کی طاقت کہاں سے آ گئی کہ اِس کے بے یار و مددگار مٹھی بھر افراد روئے زمین کے کونے کونے میں پہنچ کر دنیا کے باقی مذاہب کو للکار رہے ہیں اور نہ صرف للکار رہے ہیں بلکہ انہیں شکست پر شکست دے کر اسلام کو ہر خطّۂ زمین میں مضبوطی سے قائم کرتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک مشتِ خاک میں یہ زور اور یہ قوت کیسے بھر گئی کہ وہ انتہائی بلندیوں کی طرف پرواز کر کے ثریّا کی خبر لا رہی ہے اور آسمان کی وسعتوں میں پھیل کر رفتہ رفتہ کرۂ ارض پر محیط ہوتی جا رہی ہے۔ رائی کے ایک ننھے سے دانے میں یہ عزم، یہ ارادہ، اور یہ حوصلہ کس طرح پیدا ہو گیا کہ وہ کمال بے جگری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہاڑوں سے بھی ٹکر لینے سے نہیں ہچکچاتا اور جب ٹکر لیتا ہے تو انہیں اپنی جگہ سے ہلنے پر مجبور کر دیتا ہے۔ دنیا والوں کے لئے یہ سوال ایک عقدۂ لاینحل کی حیثیت رکھتا ہے۔ ان کے لئے یہ ایک ایسا اچنبہ اور ایک ایسا پیچیدہ معمّہ ہے جسے حل کرنے سے وہ عاجز ہیں اور بجز حیرت کے ان کے پاس اِس کا کوئی جواب نہیں ہے۔

لیکن جماعتِ احمدیہ، جو دنیوی نقطۂ نگاہ سے اپنی بے بضاعتی اور کم مائیگی سے اچھی طرح واقف ہے، جانتی ہے اور خوب جانتی ہے کہ تبلیغِ اسلام کے میدان میں اُس کی اِس محیّر العقول کامیابی اور طاقت کا سب راز خلافت کے اُس آسمانی نظام میں مضمر ہے جس نے حسبِ وعدۂ الٰہی پوری جماعت میں اتحاد و اتفاق اور قربانی و ایثار کی روح پھونک کر انہیں بنیانِ مرصوص کی شکل میں ڈھال دیا ہے۔ خلافت کا ہی یہ ایک عظیم الشان ثمرہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اِس جماعت کی حقیر کوششوں میں بھی وہ برکت ڈالتا ہے کہ جس کے تصوّر سے ہی مخالفینِ اسلام لرزہ براندام ہوئے بغیر نہیں رہتے۔ یہی وجہ ہے انہوں نے خطرہ! خطرہ! کا شور مچا کر آسمان سر پر اٹھا رکھا ہے۔ یقیناً یہ خلافت کی ہی ایک عظیم الشان برکت ہے کہ جماعتِ احمدیہ اِس زمانہ میں خدائی وعدے کے عین مطابق ولیمکننّ لھم دینھم الّذی ارتضیٰ لھم ولیبدّلنّھم من بعد خوفھم امناً کی مصداق بنی ہوئی ہے اور شدید قسم کی مخالفتوں کے باوجود دنیا میں اس کی کامیابی و کامرانی کا چرچا دن بدن بڑھتا ہی جا رہا ہے۔

ہر چند کہ دنیا کے مذہبی حلقے اِس اچنبہ کو حل نہیں کر سکے ہیں اور وہ حیران و پریشان ہیں تاہم یورپ کے

بعض اہلِ علم حضرات نے جماعت احمدیہ کی طاقت اور اس کی غیر معمولی کامیابی کے اِس راز کو کسی حد تک بھانپ لیا ہے اور انہوں نے دبی زبان میں اِس امر کا اعتراف کیا ہے کہ جماعتِ احمدیہ کو یہ سب کامیابی نظامِ خلافت کی وجہ سے حاصل ہو رہی ہے۔ چنانچہ یورپ کے جن مقتدر اخباروں کے اقتباسات ہم نے اوپر درج کئے ہیں اُن میں سے دو اخباروں نے جماعت کی روز افزوں ترقی اور کامیابی کی وجوہات پر روشنی ڈالتے ہوئے نظامِ خلافت کا بھی ذکر کیا ہے۔ چنانچہ سوئٹزرلینڈ کے مشہور روزنامے Bundner Tagblatt نے ۱۱ جون ۱۹۶۱ء کی اشاعت میں "دی احمدیہ موومنٹ" کے زیرِ عنوان جو مبسوط مقالہ شائع کیا تھا اس میں اس نے جماعت کی کامیابی کی وجہ بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:۔

"جماعتِ احمدیہ میں خلافت کے نظام کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔ بانیٔ سلسلہ، مسیح موعود کی حیثیت سے خدا تعالیٰ کی قدرتِ اوّل کے مظہر تھے اور خلافت قدرتِ ثانیہ کی مظہر ہے۔ اِس سے مراد بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے جانشین ہیں جنہیں ایک لحاظ سے رومن کیتھولک چرچ کے پوپ کی سی حیثیت حاصل ہے۔ پہلے جانشین کے طور پر مولوی نور الدین صاحب رضؓ خلیفہ منتخب ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب ان کا انتقال ہو گیا تو اُن کے بعد بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے فرزند مرزا محمود احمد صاحب (ایدہ اللہ تعالیٰ) کا خلیفہ ثانی کی حیثیت سے انتخاب عمل میں آیا۔ اب ان کی عمر ۷۰ سال سے متجاوز ہے۔"

اِسی طرح چند ماہ بعد "سوئس ایوینجیلیکل مشنز کونسل" کے پندرہ روزہ ترجمان "واندورر" نے جب جماعتِ احمدیہ کے متعلق اپنا ایک خصوصی ایڈیشن شائع کیا تو اُس میں اُس نے بھی اِسی بات کا اعادہ کیا۔ اُس نے لکھا:۔

"یہ تحریک (یعنی تحریکِ احمدیت) جو تمام مسلمان فرقوں کو ایک ہی حقیقی اسلام کے نام پر متحد کرنے میں کوشاں ہے، تیزی سے پھیل رہی ہے۔ اِس تحریک میں خلافت کو ایک خاص اہمیت حاصل ہے ..... اِن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ بانیٔ سلسلہ احمدیہ اِس زمانہ میں خدا تعالیٰ کی قدرتِ اوّل کے مظہر تھے اور خلافت قدرتِ ثانیہ کی مظہر ہے۔"

اگر دیکھا جائے تو یہ بعینہٖ وہی بات ہے جس کی طرف سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے آج سے گیارہ سال قبل جماعت کو توجہ دلائی تھی۔ حضور نے فرمایا تھا:۔

"دیکھو، ہم ساری دنیا میں تبلیغِ اسلام کر رہے ہیں۔ مگر تم نے کبھی غور کیا کہ یہ تبلیغ کس طرح ہو رہی ہے۔ یہ تبلیغ محض خلافت کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ ایک مرکز ہے جس کے ماتحت وہ تمام لوگ جن کے

دلوں میں اسلام کا درد ہے اکٹھے ہو گئے ہیں اور اجتماعی طور پر اسلام کے غلبہ اور اس کے احیاء کے لئے کوشش کر رہے ہیں۔ وہ بظاہر چند افراد نظر آتے ہیں مگر ان میں ایسی قوت پیدا ہو گئی ہے کہ وہ بڑے بڑے اہم کام سرانجام دے سکتے ہیں۔ جس طرح آسمان سے پانی قطروں کی صورت میں گرتا ہے، پھر وہی قطرے دھاریں بن جاتے ہیں اور وہی دھاریں ایک بہنے والے دریا کی شکل اختیار کر لیتی ہیں۔ اسی طرح ہمیں زیادہ سے زیادہ قوت اور شوکت حاصل ہوتی چلی جا رہی ہے۔ ورنہ ہمارے احمدی جہاں تک ہمیں معلوم ہے پاکستان اور ہندوستان میں اڑھائی تین لاکھ سے زیادہ نہیں اور مسلمان ساری دنیا میں ساٹھ کروڑ ہیں۔ ساٹھ کروڑ اور اڑھائی تین لاکھ کی آپس میں کوئی بھی تو نسبت نہیں۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ ہم سے دو ہزار چار سو گنا زیادہ ہیں اور پھر یہ زیادتی تو تعداد افراد کے لحاظ سے ہے مالی طاقت اور وسعت کے لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ ہم سے کئی گنا بڑھ کر ہیں..... لیکن اگر ان کی طاقت دوگنی بھی فرض کی جائے تب بھی اڑھائی ارب سالانہ انہیں تبلیغ کے لئے خرچ کرنا چاہیئے لیکن وہ اڑھائی لاکھ بھی خرچ نہیں کرتے۔ اس کی وجہ محض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں خلافت کی نعمت عطا کی ہے جس سے وہ لوگ محروم ہیں۔ اس خلافت نے تھوڑے سے احمدیوں کو بھی جمع کر کے انہیں ایسی طاقت بخشی ہے جو منفردانہ طور پر کبھی حاصل نہیں ہو سکتی۔" (الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۵۱ء)

اس امر کا اندازہ کہ حضور ایدہ اللہ کا یہ ارشاد کتنی عظیم صداقت پر مبنی ہے ان لوگوں کی موجودہ حالت سے بھی لگایا جا سکتا ہے جنہوں نے آج سے ۴۸ سال قبل خلافت کا انکار کر کے جماعت سے خروج اختیار کیا تھا اور خلافت کی اطاعت سے آزاد ہو کر ایک علیحدہ انجمن کی بنیاد ڈالی تھی۔ وہ بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارنے کے باوجود جس حالت کو پہنچ چکے ہیں وہ یورپ کے نامور محققین کی اس رائے سے ہی عیاں ہو جاتی ہے جس کا اظہار انہوں نے گزشتہ چند سالوں میں متعدد مواقع پر کیا ہے۔ چنانچہ مثال کے طور پر مشہور یوگوسلاوی محقق ڈاکٹر سٹیفنکو ایم۔ دوجیکا جو امریکہ میں ولکیز کالج کے شعبۂ مذہب و فلسفہ کے صدر ہیں اپنے ایک مضمون میں جماعت احمدیہ کی روزافزوں ترقی کے بالمقابل غیر مبایعین کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"اگر لاہور گروپ رفتہ رفتہ واپس عام مسلمانوں میں ہی جا ملے اور انہی میں مدغم ہو جائے تو مجھے اس پر چنداں حیرت نہ ہو گی۔" ("ایسٹرن ورلڈ" لندن بابت دسمبر ۱۹۶۱ء)

ڈاکٹر سٹیفنکو ایم۔ دوجیکا کا یہ تاثر بھی اس حقیقت پر گواہ ہے کہ خلافت کا انکار کرنے والوں کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ وابستگی دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے اور وہ حضور کے

مشن سے روز بروز دُور ہو کر اُس حالت کو پہنچتے جا رہے ہیں کہ جس پر ہر کہ در کانِ نمک رفت نمک شد کی مثال صادق آتی ہے۔ یہ خلافت ہی کی برکت ہے کہ جماعتِ احمدیہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کامیاب جدوجہد کے ذریعہ دن دگنی اور رات چوگنی ترقی کر رہی ہے حتیٰ کہ مغرب کے عیسائی حلقے زبردست خطرہ محسوس کر رہے ہیں کہ یہ جماعت اگر خلافت کے نظام کے ساتھ وابستہ رہتے ہوئے تبلیغ کے میدان میں اسی طرح مصروفِ عمل رہی تو پھر یہ ساری دنیا پر چھا جائے اور غالب آئے بغیر نہ رہے گی۔

اِن حالات میں وابستگانِ خلافت کے لئے ضروری ہے کہ ہم خلافت کی عظمت و اہمیت کو پہچانیں اور اس کے ساتھ اپنی وابستگی کو مضبوط سے مضبوط تر کرتے چلے جائیں۔ اسی میں ہماری تمام تر کامیابی کا راز مضمر ہے اور یہی وہ راہ ہے جس پر چل کر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے مقصد کو بہ تمام و کمال پورا کرنے والے ثابت ہو سکتے ہیں۔ اِس کی ایک ہی صورت ہے کہ ہم اُس عہد کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں جو سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ نے ۲۴ جنوری ۱۹۶۰ء کو جماعتِ احمدیہ کے جلسہ سالانہ کے موقع پر جماعت کے تمام افراد کو کھڑا کر کے لیا تھا۔ وہ عہد یہ ہے کہ:-

"ہم نظامِ خلافت کی حفاظت اور اس کے استحکام کے لئے آخر دم تک جدوجہد کرتے رہیں گے اور اپنی اولاد در اولاد کو ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے اور اس کی برکات سے مستفیض ہونے کی تلقین کرتے رہیں گے تا کہ قیامت تک خلافتِ احمدیہ محفوظ چلی جائے اور قیامت تک سلسلۂ احمدیہ کے ذریعے اسلام کی اشاعت ہوتی رہے اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جھنڈا دنیا کے تمام جھنڈوں سے اونچا لہرانے لگے۔"

(الفضل ۱۶ فروری ۱۹۶۰ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں خلافت پر سچا ایمان رکھنے اور اس کے تسلسل کو قیامت تک جاری رکھنے کی توفیق بخشے۔ آمین اللّٰھمّ آمین +

"نیک عملی اور راستبازی اور تقویٰ میں آگے قدم رکھو کہ خدا اُن کو جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔"

(کلمات طیبات حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

نجات کے لئے اپنے اندر یقین پیدا کرنا ضروری ہے

"یقین" ہی وہ پر ہیں جو آسمان کی طرف اڑاتے ہیں

اگر چاہتے ہو کہ فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو یقین کی راہوں کو ڈھونڈو

جبتک انسان کے اندر یہ یقین پیدا نہیں ہوتا کہ خدا موجود ہے جو اُس کو دیکھ رہا ہے اُس وقت تک وہ گناہ کے ارتکاب سے بچ نہیں سکتا۔ جونہی یہ یقین انسان کے اندر پیدا ہوتا ہے وہ گناہوں کے ارتکاب سے بچنے لگتا ہے اور پاک زندگی اختیار کر لیتا ہے لیکن یہ یقین کیونکر پیدا ہو اور کیسے اس یقین پر انسان قائم ہو؟ اس سوال کا جواب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی بیش بہا تصانیف میں متعدد جگہ دیا ہے۔ ذیل میں حضورؑ کی تصنیف "نزول المسیح" کا ایک بیش بہا اقتباس ہدیۂ احباب کیا جاتا ہے جو اِس سوال کے جواب پر ہی مشتمل ہے۔ (ادارہ)

"نجات کا سرچشمہ یقین سے شروع ہو جاتا ہے۔ سب سے بڑی نعمت یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا یقین دیا جائے کہ اس کا خدا درحقیقت موجود ہے جو مجرم اور سرکش کو بے سزا نہیں چھوڑتا اور رجوع کرنے والے کی طرف رجوع کرتا ہے یہی یقین تمام گناہوں کا علاج ہے بجز اس کے دنیا میں نہ کوئی کفارہ ہے نہ کوئی خون ہے جو گناہ سے بچائے۔ کیا تم دیکھتے نہیں کہ ہر یک جگہ تمہیں یقین ہی ناکردنی باتوں سے روک دیتا ہے۔ تم آگ میں ہاتھ نہیں ڈال سکتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے جلا دیگی۔ تم شیر کے آگے اپنے تئیں کھڑا نہیں کرتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے کھالے گا۔ تم کوئی زہر نہیں کھاتے کیونکہ تم یقین رکھتے ہو کہ وہ مجھے ہلاک کر دیگی۔ پس اس میں کیا شک ہے کہ بے شمار تجارب سے تم پر ثابت ہو چکا ہے کہ جس جگہ تمہیں یقین ہو جاتا ہے کہ یہ فعل یا یہ حرکت بلاشبہ مجھے ہلاکت تک پہنچائے گی تم فی الفور اس سے رُک جاتے ہو اور پھر وہ گناہ تم سے سرزد نہیں ہوتا۔ پھر خدا تعالیٰ کے مقابل پر کیوں اس ثابت شدہ فلسفہ سے کام نہیں لیتے۔ کیا تجربہ نے اب تک گواہی نہیں دی کہ بجز یقین کے انسان گناہ سے رُک نہیں سکتا۔ ایک بکری یقین کی حالت میں اس مرغزار میں چر نہیں سکتی جس میں شیر سامنے کھڑا ہے۔ پس جبکہ یقین لایعقل حیوانات پر بھی اثر ڈالتا ہے اور تم تو انسان ہو۔

اگر کسی دل میں خدا کی ہستی اور اس کی ہیبت اور عظمت اور جبروت کا یقین ہے تو وہ یقین ضرور اسے گناہ سے بچا لے گا اور اگر وہ نہیں بچ سکا تو اسے یقین نہیں۔ کیا خدا پر یقین لانا اس یقین سے کمتر ہے کہ جو شیر اور سانپ اور زہر کے وجود کا یقین ہوتا ہے۔ سو وہ گناہ جو خدا سے دُور ڈالتا ہے اور جہنمی زندگی پیدا کرتا ہے اس کا اصل سبب عدم یقین ہے۔

کاش۔ میں کس دف کے ساتھ اس کی منادی کروں کہ گناہ سے چھڑانا یقین کا کام ہے۔ جھوٹی فقیری اور مشیخت سے توبہ کرانا یقین کا کام ہے۔ خدا کو دکھلانا یقین کا کام ہے۔ وہ مذہب کچھ بھی نہیں اور گندہ ہے اور مُردار ہے اور ناپاک ہے اور جہنمی ہے اور خود جہنم ہے جو یقین کے چشمے تک نہیں پہنچا سکتا۔ زندگی کا چشمہ یقین سے ہی نکلتا ہے۔ اور وہ پر جو آسمان کی طرف اڑاتے ہیں وہ یقین ہی ہے۔ کوشش کرو کہ اس خدا کو تم دیکھ لو جس کی طرف تم نے جانا ہے۔ اور وہ مرکب یقین ہے جو تمہیں خدا تک پہنچائے گا۔ کس قدر اسکی رفتار ہے کہ وہ روشنی جو سورج سے آتی ہے اور زمین پر پھیلتی ہے وہ بھی اس کی سرعت رفتار کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتی۔

اے پاکیزگی کے ڈھونڈنے والو۔ اگر تم چاہتے ہو کہ پاک دل بن کر زمین پر چلو اور فرشتے تم سے مصافحہ کریں تو تم یقین کی راہوں کو ڈھونڈو اور اگر تمہیں اس منزل تک رسائی نہیں تو اُس شخص کا دامن پکڑو جس نے یقین کی آنکھ سے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے اور یہ کہ کیونکر یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جائے؟ اس کا جواب کوئی مجھ سے سنے یا نہ سنے مگر میں یہی کہوں گا کہ اس یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر اور ساتھ رکھتا ہے جب وہ آسمان پر سے اُترتا ہے تو نئے سرے مُردوں کو قبروں میں سے نکالتا ہے۔

تم دیکھتے ہو کہ باوجود آنکھوں کے بینا ہونے کے تم آسمانی آفتاب کے محتاج ہو۔ اسی طرح خداشناسی کی بینائی محض اپنی اٹکلوں سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ بھی ایک آفتاب کی محتاج ہے اور وہ آفتاب بھی آسمان پر سے اپنی روشنی زمین پر نازل کرتا ہے یعنی خدا کا کلام۔ کوئی معرفت خدا کے کلام کے بغیر کامل نہیں ہو سکتی۔ خدا کا کلام بندہ اور خدا میں ایک دلالہ ہے۔ وہ اترتا ہے اور خدا کا نور اس کے ساتھ ہوتا ہے اور جس پر وہ اپنے پورے کرشمہ اور پوری تجلی اور پوری خدائی عظمت اور قدرت اور برہنہ کرشمہ کے ساتھ اترتا ہے اس کو وہ آسمان پر لے جاتا ہے۔ غرض خدا تک پہنچنے کے لئے بجز خداتعالیٰ کے کلام کے اور کوئی سبیل نہیں۔"

(نزول المسیح صفحہ ۹۶ تا ۹۷)

"خدا کی رضامندی حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا کو مقدّم نہ کر لیا جائے۔"

(البلاغ المبین صفحہ ۱۳)

عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

مِصْبَاحُ الْهُدٰی

(ہدایت کا چراغ)

فُقِدَتْ مُرَادَاتِیْ بِزَمَنِ لَذَاذَةٍ   فَوَجَدْتُهَا فِیْ فُرْقَةٍ وَّ صِلَاءٍ

جوانی کے زمانہ سے میرے نفس کی خواہشات ختم ہو گئیں۔ پھر میں نے ان کو جدائی اور سوز کے وقتوں میں پایا۔

لَوْلَا مِنَ الرَّحْمٰنِ مِصْبَاحُ الْهُدٰی   کَانَتْ زُجَاجَتُنَا بِغَیْرِ صَفَاءٍ

اگر رحم کرنے والے خدا کی طرف سے ہدایت کا چراغ نہ ہوتا۔ تو ہمارا لمپ بے صفائی کے رہ جاتا۔

اِنِّیْ اَرٰی فَضْلَ الْکَرِیْمِ اَحَاطَنِیْ   فِی النَّشْأَةِ الْاُخْرٰی وَفِی الْاِبْدَاءِ

میں دیکھتا ہوں کہ خدائے کریم کے فضل نے ابتدائی زندگی میں اور دوسری زندگی میں میرا احاطہ کیا ہے۔

اَللّٰهُ اَعْطَانِیْ حَدَائِقَ عِلْمِهٖ   لَوْلَا الْعِنَایَةُ کُنْتُ کَالسُّفَهَاءِ

اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنے علم کے باغ دیئے ہیں۔ اگر یہ عنایت نہ ہوتی تو میں نادان کی طرح ہوتا۔

وَقَدِ اقْتَضَتْ زَفَرَاتُ مَرْضٰی مَقْدَمِیْ   فَحَضَرْتُ حَمَّالًا کُئُوْسَ شِفَاءٍ

مریضوں کی چیخوں نے میرے آنے کا تقاضا کیا ہے۔ سو میں شفاء کے پیالے اٹھا کر پہنچ گیا۔

اَللّٰهُ خَلَّاقِیْ وَمُهْجَةُ مُهْجَتِیْ   حِبٌّ فَدَتْهُ النَّفْسُ کُلَّ فِدَاءٍ

اللہ ہی میرا خالق اور میری جان کی جان ہے۔ وہ ایسا محبوب دوست ہے کہ میری جان پورے طور پر اس پر فدا ہو جائے۔

مَا بَقِیَ فِیْ قَلْبِیْ سِوَاهُ تَصَوُّرٌ   غَمَرَتْ اَیَادِی اللّٰهِ وَجْهَ رَجَائِیْ

میرے دل میں اس کے سوا کوئی تصوّر باقی نہیں رہا۔ خدا کی نعمتوں نے میری خواہشوں کے منہ کو ڈھانپ دیا ہے۔

(منن الرحمٰن)

فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

دونوں جہانوں میں عزّت پانے کا گُر

اگر خواہی کہ یابی در دو عالم جاہ و دولت را　　خدا را باش و از دل پیشہ خود گیر طاعت را

اگر تُو چاہتا ہے کہ دونوں جہان میں عزّت اور دولت حاصل کرے تو خدا کا ہو جا اور دل سے اس کی فرمانبرداری اختیار کر

غلامِ درگہش باش و بعالم پادشاہی کُن　　نباشد بیم از غیرے پرستارانِ حضرت را

اُس درگاہ کا غلام بن اور دنیا پر حکومت کر۔ کہ خدا پرستوں کو اس کے غیر سے خوف نہیں ہوتا۔

تُو از دل سُوئے یارِ خود بیا تا نیز یار آید　　محبّت مے کشد با جذبِ روحانی محبّت را

تو دل سے اپنے یار کی طرف آجا، تاکہ وہ بھی تیری طرف آئے کیونکہ جذبِ روحانی کی وجہ سے ایک محبّت دوسری محبّت کو کھینچتی ہے۔

خدا در نصرتِ آنکس بود کو ناصرِ دین است　　ہمیں افتاد آئیں از ازل درگاہِ عزّت را

خدا اُس کی مدد میں لگا رہتا ہے جو اُس کے دین کا ناصر ہو　　ہمیشہ سے اس درگاہِ ربّ العزّت کا یہی قانون ہے۔

اگر باور نمے آید بخواں ایں واقعاتم را　　کہ تا بینی تو در ہر مشکلم انواعِ نصرت را

اگر تجھے یقین نہیں آتا تو میرے اِن واقعات کو پڑھ۔ تاکہ تُو میری ہر مشکل کے وقت خدا کی طرح طرح کی نصرتوں کو دیکھ لے۔

ہر آں کو یابد از درگاہ از خدمت ہمی یابد　　کہ غفلت را امزائے ہست و ثمرے ہست خدمت را

جو شخص بھی اس کی درگاہ سے کچھ پاتا ہے وہ خدمت سے پاتا ہے۔ کیونکہ ہر غفلت کیلئے سزا مقرر ہے اور ہر خدمت کیلئے جزا مقرر ہے

من اندر کارِ خود حیرانم و رازش نمے دانم　　کہ من بے خدمتے دیدم چنیں نعماء حشمت را

مگر میں اپنے معاملہ میں حیران ہوں اور اس کا بھید نہیں جانتا۔ کیونکہ میں نے بغیر کسی خدمت کے ایسی نعمتیں اور عزتیں حاصل کر لیں۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم)

قربانی اور اسکی ضرورت

(حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

حج کے ایام میں مسلمان مکہ مکرمہ میں قربانیاں کرتے ہیں۔ ان کی متابعت میں دوسرے علاقوں میں رہنے والے مسلمان بھی قربانیاں کرتے ہیں۔ ان جانوروں کی قربانیوں پر بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیوں نہ ان قربانیوں کی بجائے روپیہ اکٹھا کرکے مسلمانوں کے فائدہ کے لئے اسے خرچ کیا جائے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے تفسیر کبیر جلد پنجم حصہ اول میں اس سوال کا جواب سورۃ حج کی آیت ۳۷ کے تحت دیا ہے، وہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ (ادارہ)

"ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اُن قربانیوں کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے جو حج بیت اللہ کے موقعہ پر کی جاتی ہیں اور بتایا ہے کہ یہ قربانیاں شعائر اللہ میں داخل ہیں اور تمہارے لئے ان قربانیوں میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بڑی برکت رکھی گئی ہے۔ وہ لوگ جو حقائق سے نا آشنا ہیں وہ بھی اور مسلمانوں میں سے بھی بعض نادان یہ اعتراض کردیا کرتے ہیں کہ اسلام نے یہ قربانیاں بغیر کسی حکمت کے رکھی ہیں کیوں نہ اس روپیہ کے بدلہ میں کالج جاری کئے جائیں اور اسی طرح قومی ترقی کے سامان کئے جائیں۔ فرض کرو حج کے موقعہ پر چالیس ہزار بکرا ذبح ہوتا ہے اور ایک بکرے کی اوسط قیمت پچیس روپے بھی فرض کی جائے تو اس کے معنے یہ ہیں کہ ایک کروڑ پچیس لاکھ روپے کا بکرا ذبح ہو جاتا ہے۔ پھر اونٹ وغیرہ بھی ہوتے ہیں۔ ان سب کو ملا کر اندازاً دو کروڑ روپیہ ان قربانیوں پر خرچ ہو جاتا ہے۔ پس لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ بجائے اس کے کہ یہ روپیہ قربانیوں پر ضائع کیا جائے کیوں نہ اس کے بدلہ میں عربوں کی تربیت کا انتظام کیا جائے اور مکہ مکرمہ میں کالج اور سکول وغیرہ جاری کر دیئے جائیں؟ میں ہمیشہ ان کو یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ بعض دفعہ قوم پر ایسے اوقات بھی آیا کرتے ہیں جب اسے ایسی قربانیاں کرنی پڑتی ہیں جو بظاہر بے فائدہ نظر آتی ہیں انہی قربانیوں کی ٹریننگ کے لئے اسلام نے یہ سلسلہ جاری کیا ہے تاکہ ایسے مواقع پر خواہ انہیں کوئی حکمت نظر آئے یا نہ آئے وہ قربانی کرتے چلے جائیں۔ مثلاً اگر کسی ملک میں کوئی اکیلا مسلمان ہو اور وہاں کی حکومت مذہب کے خلاف کوئی جابرانہ حکم دیدے جس سے وہ اسلام کو مٹانا چاہتی ہو تو ایسی صورت میں اسلامی تعلیم کے مطابق وہ یہ نہیں کہے گا کہ جب قربانی کا

کوئی فائدہ نہیں تو میں اپنے آپ کو کیوں قربان کردوں بلکہ وہ فوراً قربانی کے لئے اپنے آپ کو پیش کر دیگا۔ کیونکہ جب تک وہ اپنے آپ کو قربان نہیں کرے گا دوسروں کے دلوں میں قربانی کی تحریک پیدا نہیں ہوگی۔ وہ اگر پھانسی پر چڑھ جائے گا تو پھر کوئی دوسرا شخص بھی پھانسی کے تختہ پر چڑھنے کے لئے نکل آئے گا۔ وہ دوسرا شخص پھانسی دیا جائے گا تو تیسرا شخص نکل آئے گا اور اس طرح قدم بقدم تمام قوم میں ایسا جوش پیدا ہو جائیگا کہ وہ اسلام کی حفاظت کے لئے دیوانہ وار کھڑے ہو جائیں گے اور کفر کو شکست کھانے پر مجبور کر دیں گے۔

جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں دعویٰ فرمایا تو اُس وقت جن صحابہؓ نے قربانیاں کیں وہ بظاہر کیسی بے فائدہ اور کیسی بے نتیجہ نظر آتی تھیں مگر پھر انہی قربانیوں کے نتیجہ میں مکہ فتح ہوا اور سارا عرب اسلامی جھنڈے کے نیچے آ گیا۔ جب صحابہؓ مکہ میں قربانیاں کر رہے تھے اُس وقت کوئی شخص یہ قیاس بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ایک دن انہی قربانیوں کے نتیجہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو عظیم الشان شوکت ملنے والی ہے۔ اُس وقت جن عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے مار مار کر انہیں مارا جاتا تھا، جن مردوں کو اونٹوں کے ساتھ باندھ کر اُن کو ٹکڑے ٹکڑے کیا جاتا تھا اُن عورتوں اور مردوں کی قربانیوں کو دیکھ کر ہر شخص سمجھتا تھا کہ یہ لوگ بیکار اپنی عمریں ضائع کر رہے ہیں۔ اگر عورتوں کی شرمگاہوں میں نیزے نہ مارے جاتے، اگر مکہ کے ابتدائی دور میں صحابہؓ اپنی جانیں قربان نہ کرتے تو مسلمان وہ قربانیاں کبھی پیش نہ کر سکتے جو انہوں نے بدر اور اُحد کے موقعہ پر پیش کیں۔ یہی قربانیاں تھیں جنہوں نے اُن کے اندر جوش پیدا کیا، ان کے اندر اخلاص پیدا کیا اور انہیں قربانی کے نہایت اعلیٰ مقام پر لا کر کھڑا کر دیا۔ اسی طرح بے شک وہاں ہزاروں بکرے ذبح ہوتے ہیں جن کا گوشت بظاہر ضائع چلا جاتا ہے اور اس کو کھانے والا بھی کوئی نہیں ہوتا مگر اسلام پھر بھی قربانیوں کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ لَكُمْ فِيهَا خَيْرٌ تمہارے لئے اس میں خیر اور برکت رکھی گئی ہے تمہیں اِن قربانیوں کے تسلسل کو ہمیشہ جاری رکھنا چاہیئے اور اُن دُور رس نتائج پر نظر رکھنی چاہیئے جو ان قربانیوں کے نتیجہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اُس احمق بادشاہ کی طرح نہیں بننا چاہیئے جس نے فوج کے خرچ کو بے مصرف قرار دیکر اسے توڑ دیا تھا اور سمجھ لیا تھا کہ وقت آنے پر تھا یہ کام کر لیں گے مگر نتیجہ یہ ہوا کہ سارا ملک اس کے ہاتھ سے جاتا رہا۔ خود رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہمیں ایک ایسا واقعہ نظر آتا ہے جس میں مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ نے یہی سبق دیا تھا کہ بعض دفعہ ایسی قربانی بھی کی جاتی ہے جس کا بظاہر کوئی فائدہ نظر نہیں آتا مگر پھر بھی قوم کو قربانی میں حصہ لینا پڑتا ہے۔

صلح حدیبیہ کے موقعہ پر جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکینِ مکہ سے صلح کر لی تو صحابہؓ کے اندر اس قدر بے چینی پیدا ہوئی کہ حضرت عمرؓ جیسا آدمی بھی گھبرا گیا اور انہوں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے کہا کہ یا رسول اللہ! کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے یہ نہیں کہا تھا کہ ہم حج کریں گے۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے مگر یہ کب کہا تھا کہ اسی سال کریں گے۔ غرض صحابہؓ کے لئے یہ ایک بہت بڑا صدمہ تھا جس سے انہیں دوچار ہونا پڑا۔ اسی لئے جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قربانیاں یہیں ذبح کر دو تو وہ حیران ہوئے کہ ہمیں یہ کیا حکم دیا گیا ہے۔ قربانی تو مکہ میں ہونی تھی اور پھر عمرہ یا حج کے بعد ہونی تھی مگر ہمیں یہیں قربانی کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔ جب ہم مکہ گئے نہیں، خانہ کعبہ کا ہم نے طواف نہیں کیا، عمرہ یا حج نہیں کیا تو قربانی کیسی۔ جب صحابہؓ قربانیاں کرنے میں متامل ہوئے تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم اپنے گھر تشریف لے گئے اور اپنی ایک بیوی سے فرمایا کہ آج میں نے تیری قوم کو یہ حکم دیا تھا مگر اس نے میری اس بات کو نہیں مانا۔ انہوں نے کہا یا رسول اللہ! انہوں نے محبت کی کمی کی وجہ سے ایسا نہیں کیا بلکہ اس صدمہ کا ان کی طبیعتوں پر اس قدر اثر ہے کہ وہ اپنے حواس میں نہیں رہے۔ آپ اپنی قربانی کو ذبح کرنا شروع کر دیجئے اور صحابہؓ سے کچھ نہ کہیں پھر دیکھیں کہ اس کا کیا اثر ہوتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہت اچھا۔ آپؐ نے نیزہ ہاتھ میں لیا اور سیدھے اپنی قربانی کی طرف گئے۔ آپؐ کا اپنے اونٹ کو نیزہ مارنا تھا کہ صحابہؓ دیوانہ وار اُٹھے اور اپنی قربانیاں ذبح کرنے لگ گئے۔ اب دیکھو یہ قربانی بظاہر بے معنی تھی۔ صحابہؓ مکہ میں داخل نہیں ہوئے تھے، انہوں نے خانہ کعبہ کا طواف نہیں کیا تھا، انہوں نے عمرہ یا حج نہیں کیا تھا، مگر پھر بھی انہوں نے اپنی قربانیاں ذبح کر دیں۔ ایسا کیوں ہوا؟ صرف اس لئے کہ اللہ تعالیٰ یہ بتانا چاہتا تھا کہ اگر لوگ تمہیں بیت اللہ تک نہیں جانے دیتے تو جہاں انہوں نے تمہیں روک دیا ہے تم وہیں قربانی کر دو اور سمجھ لو کہ یہی مقام خدا تعالیٰ کا گھر ہے۔ غرض یہ بھی بظاہر ایک بے مصرف قربانی تھی مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اس قربانی کا حکم دیا اور اس طرح بتا دیا کہ خواہ کوئی قربانی تمہیں کتنی ہی بے مصرف دکھائی دیتی ہو تمہارا کام ہچکچاہٹ کا اظہار کرنا نہیں، تمہارا کام قربانیوں کی آگ میں اپنے آپ کو جھونک دینا ہے۔ تمہیں خدا نے اپنے دین کا سپاہی بنایا ہے۔ تمہارے ہاتھوں پر کفر اور شیطنت کی شکست مقدر ہے۔ تم کام کرنے کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ پس تمہارا جرنیل تمہیں جو کچھ کہتا ہے تم کرو اور جس طرف تمہیں لے جانا چاہتا ہے اس کے پیچھے جاؤ۔ یہی روح ہے جس کے نتیجے میں تمہیں خیر اور برکت حاصل ہو گی اور جس کے بعد دنیا کی کوئی قوم تمہارے مقابلہ میں کھڑی نہیں ہو سکے گی" +

غیر مطبوعہ

آپ بیتی

(حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

(۴)

ذیل میں حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی معرکۃ الآراء تصنیف "آپ بیتی" کے غیر مطبوعہ حصہ کی چوتھی قسط ہدیۂ قارئین کی جا رہی ہے۔ اس کا مسودہ محترم جناب شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی نے ماہنامہ "انصار اللہ" کو بغرض اشاعت عنایت فرمایا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔ (ادارہ)

مسلمان تاجر

نومبر ۱۷ء کا ذکر ہے کہ میں دہلی گیا۔ وہاں ایک صاحب کہنے لگے کہ شکر ہے یہاں نو مسلمان تاجروں کی بہت سی دکانیں نظر آتی ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ آج سے بیس سال پہلے اسی چاندنی چوک میں قریباً ساری کی ساری دکانیں مسلمانوں ہی کی تھیں مگر اب صرف چوتھائی رہ گئی ہیں (اور اب یعنی ۱۹۴۷ء میں تو شاید پانچ سات سے زیادہ نہ ہوں گی) وہ کہنے لگے کیا باعث ہے؟ میں نے کہا مسلمان تجارت میں کئی وجوہات سے گرتے جاتے ہیں لیکن اگر گاہک کو خوش کریں تو پھر بھی کچھ کام چلتا رہے۔ مگر مصیبت یہ ہے کہ اِس معاملہ میں بھی صفر ہیں۔ اِس وجہ سے مسلمان گاہک جو گھر سے یہ نیت کر کے نکلتا ہے کہ کسی مسلمان تاجر سے ہی سودا لوں گا ان کی بے رخی اور بدمزاجی سے متاثر ہو کر دوسری قوم کے تاجر کے پاس چلا جاتا ہے۔ اگر آپ کو شک ہو تو ابھی اِس کا تماشہ دکھا سکتا ہوں۔ وہ کہنے لگے کہ مجھے ایک تھرمس خریدنا ہے چلئے ابھی بازار چلیں (وقت دوپہر کا تھا) میں نے کہا چلئے۔ غرض ہم کارونیشن ہوٹل سے اُتر کر چاندنی چوک میں چلنے لگے۔ ایک مسلمان کی دکان پر پوچھا کہ آپ کے ہاں تھرمس ہے؟ وہ زمانہ پہلی جنگِ عظیم کا تھا۔ چھوٹتے ہی کہنے لگا آپ نہیں خرید سکیں گے۔ یہ کہہ کر اور منہ پرے کر کے بیٹھ گیا۔ ہم آگے چلے اور دوسرے مسلمان کی دکان پر پہنچے۔ اُس سے پوچھا

تو کہنے لگا شام کو آئیے مَیں کھانا کھانے گھر جا رہا ہوں۔ تیسرے کے ہاں پوچھا تو اُس نے کہا کہ کتنے درکار ہیں اور کس سائز کے۔ ہم نے کہا لینا تو ایک ہے اور دو پائنٹ کا درکار ہے۔ وہ کہنے لگا ایک کے لئے مَیں کہاں ساری دکان اُلٹ پلٹ کروں، آپ کہیں اور دیکھ لیں۔ چوتھی مسلم دکان پر کئی تھرماس باہر ہی لٹک رہے تھے۔ ایک کو جو مَیں نے ہاتھ لگا کر اتارنا چاہا تو دکاندار بگڑ بیٹھا اور خدا جانے کیا کیا اُول جلُول بولنے لگا۔ مَیں نے اپنے رفیق سے کہا کہ دیکھ لئے آپ نے مسلمانوں کے اخلاق اور اِن کی تجارت۔ اب چلئے ہندوؤں کی دکانوں پر چلیں۔ جب وہاں پہنچے تو ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ اُس نے کہا کہ لالہ جی ذرا باہر گئے ہیں۔ آپ دو منٹ تشریف رکھیں تو مَیں دوڑ کر انہیں ابھی بلا لاتا ہوں۔ ہم نے کہا تم تکلیف نہ کرو ہم واپسی پر پھر تمہاری دکان سے پوچھ لیں گے۔ مگر وہ برابر پیچھے پڑا رہا کہ مَیں ابھی لالہ جی کو لاتا ہوں۔ خیر بمشکل پیچھا چھڑا کر ہم وہاں سے چلے تو آگے دوسرے لالہ کے ہاں پہنچے۔ اُس نے فوراً دو کرسیاں بچھا دیں اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ ارشاد؟ ہم نے تھرمَس کا سوال کیا تو اُس نے تین چار جو دکان میں تھیں لا کر سامنے رکھ دیں۔ اور معذرت کی کہ جنگ کی وجہ سے سب سائز موجود نہیں ہیں۔ یہ آدھے پائنٹ کا ہے یہ ایک پائنٹ کا۔ افسوس ہے کہ دو پائنٹ کا نہیں ہے مگر آپ دو عدد لے لیں یا ایک آدھے پائنٹ کا لے لیں اور ایک پورے پائنٹ کا۔ ہم نے کہا، نہیں ہم کو تو دو پائنٹ والا چاہیئے تھا۔ یہ کہہ کر وہاں سے چلے۔ اُس نے پھر ہاتھ جوڑ کر سلام کیا اور افسوس بھی کیا کہ وہ ہمارے مطلب کو پورا نہیں کر سکا۔ اِس کے بعد ہم نے تیسری دکان کا رُخ کیا۔ وہاں مالک دکان نے اور بھی زیادہ خاطر تواضع کی اور ہمارا مطلب معلوم کر کے اُسی وقت اپنے لڑکے کو کسی اور دکاندار کے ہاں دوڑایا کہ وہاں سے تھرمَس لے آوے۔ مگر ہمیں یہی کہا کہ مَیں اپنے گودام سے منگوا رہا ہوں۔ ایک منٹ میں آجائے گا۔ اتنے میں اُس نے ہمیں ایک پنواڑی کے ہاں سے پان لے کر کھلایا۔ اور جب تھرمَس آگیا تو قیمت کی بابت کہنے لگا کہ آپ کا مال ہے، قیمت تو اِس کی اتنے روپے ہے، اب جو آپ کے من میں آئے دیدیجئے خیر سودا باعزّت طور پر مناسب قیمت پر اور بڑی خوش دلی سے ہوگیا۔ میرے ساتھی جنہیں تھرمَس لینا تھا وہ بھی بہت خوش تھے۔ ہوٹل میں آکر فرمانے لگے کوئی وجہ نہیں کہ چاندنی چوک میں سے سب مسلمانوں کی دکانیں اٹھوا نہ دی جائیں۔ مَیں نے کہا جو تاجرانہ سلوک اور اخلاق آپ نے آج دیکھے ہیں اُن کی موجودگی میں جبر یہ کسی دکان کے اٹھوانے کی ضرورت نہیں۔ یہ خود بخود ہی اُٹھ جائیں گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک زمانہ میں چاندنی چوک مسلمان جوتی والوں کی دکانوں سے بھرا ہوا تھا۔ مگر اب صرف ایک دکان وہاں ہے۔ باقی ساری تجارت دوسری قوموں کے ہاتھ میں چلی گئی ہے۔ دوسری تجارتوں کا حال اس سے بھی بدتر ہے۔

(مزید اگلے صفحہ پر)

صرف ماں ہی اپنی بیٹی کی حفاظت کر سکتی ہے

ایک دن ایک عورت اپنی یتیم بھانجی کو جس کی عمر دس گیارہ سال کی ہو گی میرے شفاخانہ میں لائی۔ اُس کے تمام جسم پر آتشک کے زخم موجود تھے۔ مَیں لڑکی کو الگ کمرے میں لے گیا اور برہنہ کر کے دیکھا تو ناف سے گھٹنوں تک تمام گلی سڑی پڑی تھی۔ مَیں نے اُس سے پوچھا سچ بتا کیا بات ہے؟ رو کر کہنے لگی کہ میری ماں تو مر گئی۔ یہ میری سگی خالہ ہے۔ اِس کا ایک بیٹا اٹھارہ بیس سال کا ہے۔ یہ اُس لڑکے کی کرتوت ہے۔ یہ بیماری مجھے اِس کے لڑکے سے ہی لگی ہے۔ خدا کے لئے اِس سے یہ نہ کہنا کہ تیرے بیٹے کی وجہ سے یہ حالت اِس لڑکی کی ہوئی ہے ورنہ مجھے جان سے ہی مار ڈالے گی۔

(باقی)

مذہب کا حقیقی مقصد

حضرت امام الزمان علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"مذہب سے غرض کیا ہے؟ بس یہی کہ خدا تعالیٰ کے وجود اور اُسکی صفاتِ کاملہ پر یقینی طور پر ایمان حاصل ہو کر نفسانی جذبات سے انسان نجات پا جائے اور خدا تعالےٰ سے ذاتی محبّت پیدا ہو کیونکہ درحقیقت وہی بہشت ہے جو عالَم آخرت میں طرح طرح کے پیرایوں میں ظاہر ہو گا۔ اور حقیقی خدا سے بے خبر رہنا اور اُس سے دُور رہنا اور سچّی محبت اُس سے نہ رکھنا درحقیقت یہی جہنّم ہے جو عالَم آخرت میں انواع و اقسام کے رنگوں میں ظاہر ہو گا۔ اور اصل مقصود اِس راہ میں یہ ہے کہ اُس خدا کی ہستی پر پورا یقین حاصل ہو اور پھر پوری محبّت ہو۔" (چشمہ مسیحی صفحہ ۱۱)

صحتِ جسمانی کے بعض طبّی اصول

اور

قرآنِ مجید کی پُر حکمت تعلیم

(محترم صاحبزادہ ڈاکٹر مرزا منوّر احمد صاحب قائد خدمتِ خلق)

اللہ تعالیٰ نے اِس دنیا میں اپنے دو قانون جاری فرمائے ہیں۔ ان میں سے ایک قانونِ شریعت ہے جس پر چلنے سے روحانی زندگی میں جلاء پیدا ہوتی ہے اور دوسرا قانونِ قدرت ہے جس پر صحیح رنگ میں عمل کرنے سے انسان کا مادی جسم جب تک کہ اس کی زندگی ہے صحت کی حالت میں رہتا ہے۔ جس طرح قانونِ شریعت کے خلاف چلنے سے انسان کی روح بیمار ہو کر مُردہ ہو جاتی ہے بالکل اسی طرح قانونِ قدرت کی خلاف ورزی کرنے سے انسان کی صحت خراب ہو کر آخر کار اس کو قبر تک پہنچا دیتی ہے۔

انسان کی زندگی صحت کے لحاظ سے مختلف ادوار میں سے گزرتی ہے۔ سب سے پہلے بچپن کا زمانہ ہے جس میں انسانی جسم کی ضروریات بالکل مختلف ہوتی ہیں۔ مثلاً بچے کی غذا مختلف ہے، اُس کے آرام کے اوقات مختلف ہیں، اُس کے کھیل کی نوعیت مختلف ہے۔ پھر جوانی کا زمانہ آتا ہے تو اِن تینوں ضرورتوں کی نوعیت بدل جاتی ہے۔ آگے چل کر ادھیڑ عمر میں ان ضروریات کی نوعیت میں مزید تبدیلی رونما ہوتی ہے اور بڑھاپے میں تو یہ اور ہی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ صحت کو برقرار رکھنے کے لئے ہر دَور کی اِن ضروریات اور ان میں بتدریج رونما ہونے والی تبدیلی کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے۔ قبل اِس کے کہ ہم اِن ضروریات کے کسی قدر تفصیلی مطالعہ کی طرف متوجہ ہوں انسانی جسم کی ساخت اور اس کی بعض خصوصیات پر غور کرنا ضروری ہے۔

انسانی جسم ایک مشین کے مشابہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے بے حد پیچیدہ بنایا ہے۔ اِس مشین کا ہر پرزہ اپنے اپنے کام میں مصروف ہے۔ اِس کا کچھ حصہ تو وہ ہے جس کا عمل ہمارے اختیار میں ہے اور کچھ حصہ وہ ہے جس کا عمل ہمارے اختیار میں نہیں ہے بلکہ وہ از خود اپنے مقررہ کام میں مصروف ہے۔ پہلے حصہ کی مثال ہمارے ہاتھ پاؤں اور قوّتِ گویائی وغیرہ ہیں اور دوسرے حصہ کی مثال ہمارا دل، معدہ، جگر، انتڑیاں اور

گُردے وغیرہ ہیں۔ جو حصہ ہمارے اختیار میں ہے اُس کو ہمارا دماغ کنٹرول کرتا ہے اور جو حصہ ہمارے اختیار میں نہیں اس کو ہمارے جسم کا autonomic system کنٹرول کرتا ہے یعنی اعصاب کا وہ حصہ جو خود مختار رہے۔ ہمیں علم بھی نہیں ہوتا مگر دل اپنا کام جاری رکھتا ہے۔ خواہ ہم جاگ رہے ہوں یا سو رہے ہوں وہ برابر اپنا کام کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی طرح معدہ، جگر، انتڑیاں اور گردے وغیرہ اپنا فعل بغیر ہمارے علم اور تصرف کے جاری رکھتے ہیں۔ اگر ہم اِس انسانی مشینری پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈالیں گے تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ زیادہ گھستی چلی جائے گی اور اپنی طبعی مدت سے پہلے کمزور ہو کر ختم ہو جائے گی۔ اِس کی مثال ہماری جماعت میں ہمارے پیارے آقا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی موجودہ علالت ہے۔ آپ نے اپنے جسم کے ایک حصے یعنی دماغ کو خالصۃً خدمتِ اسلام کی خاطر بہت زیادہ استعمال فرمایا اور اِس پر حد سے زیادہ بوجھ ڈالا۔ اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اِس حصۂ جسم میں کمزوری پیدا ہو گئی۔ انسانی جسم کی ساخت اور اس کی مذکورہ بالا خصوصیت کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر ہمیں اپنی صحت کو برقرار رکھنا ہے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم مندرجہ ذیل باتوں کا خیال رکھیں:۔

اوّل۔ جسم کو صحیح حالت میں رکھنے کے لئے سب سے پہلی چیز مناسب غذا ہے۔ ہماری غذا جیسا کہ اُوپر اشارۃً ذکر ہو چکا ہے بچپن میں اور ہوگی، جوانی میں اور، اور پھر اس کے بعد کی عمر میں اور۔ غذا میں ضروری اجزاء Protein, fat, carbohydrates ہیں۔ نیز حیاتین اور دیگر کیمیاوی نمک وغیرہ ہیں۔ اگر ہم متوازن غذا (balanced food) یعنی ایسی غذا جس میں مندرجہ بالا تمام ضروری اجزاء مناسب حد تک موجود ہوں استعمال نہ کریں تو آہستہ آہستہ غذا کے کسی ضروری جزو میں کمی ہو کر بیماری کی شکل پیدا ہو جائے گی۔ پس پہلی ضروری چیز ہماری غذا کے سلسلہ میں یہ ہے کہ تمام ضروری اجزاء اس میں موجود ہوں۔ گوشت، اناج، چکنائی، سبزیاں، دودھ وغیرہ ہماری تمام غذائی ضرورتوں کو پورا کر دیتے ہیں۔ غذا کے طور پر اِن سب چیزوں کا ایک مناسب حد تک استعمال کرنا ضروری ہے۔

مناسب غذا کے بعد سب سے ضروری چیز یہ ہے کہ غذا مناسب اور مقررہ اوقات میں کھائی جائے۔ اور اِس حال میں کھائی جائے کہ کھانے کی اشتہا موجود ہو۔ اور پھر کھانے میں اعتدال سے کام لیا جائے نہ بہت کم غذا کھائی جائے اور نہ بہت زیادہ۔ جہاں کم خوری سے جسم میں کمزوری پیدا ہونے کا ڈر ہے وہاں زیادہ کھانے سے بدہضمی اور اُس کے نتیجے میں متعدد نوعیت کی بیماریوں کے پیدا ہونے کا خدشہ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ:۔

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا، إِنَّهٗ ... کھاؤ اور پیو اور اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ

لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ○ (الاعراف آیت ۳۲) اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

کھانے میں بے اعتدالی صحت کے نقطۂ نگاہ سے بہت مضر ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند فرمایا ہے بلکہ غذا کے معاملے میں بھی میانہ روی اختیار کرنے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غذا کے معاملہ میں میانہ روی اختیار کرنے پر بہت زور دیا ہے اور مومنوں کی یہ علامت قرار دی ہے کہ وہ اس سلسلہ میں بھی اسراف سے بچتے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مومن ایک آنت سے کھاتا ہے اور کافر سات آنتوں سے جسمانی صحت کے نقطۂ نگاہ سے بھی حضورؐ کا یہ ارشاد بہت بڑی حکمت پر مبنی ہے اس میں حضور نے یہ طبّی اصول ہی ذہن نشین کرایا ہے کہ انسان نہ اتنا کم کھائے کہ جسمانی نشوونما پر اس کا بُرا اثر پڑے اور نہ کھانے میں اسراف کا طریق اختیار کرے کہ جس کے نتیجے میں مختلف عوارض لاحق ہو کر صحت کو برباد کر دیں۔ جو بھی قرآن مجید کی اس تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر عمل کرے گا وہ یقیناً ان تمام بیماریوں سے محفوظ رہے گا جو غذا کی بے اعتدالی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔

پھر ضروری ہے کہ غذا ہاتھ دھو کر اور خوب چبا چبا کر وقار کے ساتھ آہستہ آہستہ کھائی جائے اور کھاتے وقت دھیان صرف غذا کی طرف ہو اور کوئی فکر والی بات ذہن میں نہ آنے پائے کیونکہ کھانا کھاتے وقت اگر کوئی پریشان کرنے والی یا غصہ دلانے والی بات ذہن پر چھائی ہوئی ہو تو اس سے بھی سوئے ہضمی کی شکایت ہو جاتی ہے اور جو آہستہ آہستہ مستقل بیماری کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جہاں حلال اور طیب غذا کھانے کا حکم دیا ہے وہاں کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے پر بھی زور دیا ہے اور شیطان کی پیروی کرنے سے بھی منع فرمایا ہے جیسا کہ فرمایا:-

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا وَّ	اللہ نے تم کو جو حلال اور طیب رزق دیا ہے اُس
اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ	میں سے کھاؤ اور اللہ کی نعمت کا شکر ادا کرو۔
تَعْبُدُوْنَ ○ (النحل آیت ۱۱۴)	اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

اسی طرح کھانے کے تعلق میں شیطان کی پیروی کرنے سے منع کرتے ہوئے فرمایا:-

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ	لوگو! جو زمین میں ہے اُس میں سے حلال اور طیب
حَلٰلًا طَيِّبًا وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ	چیزیں کھاؤ اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو۔

کھانا کھانے کے تعلق میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور شیطان کی پیروی سے بچنے کا حکم جہاں روحانی ترقی کے لئے ضروری ہے وہاں اگر دیکھا جائے تو طبّی نقطۂ نگاہ سے بھی بہت حکمت پر مبنی ہے۔ شکر کے جذبات ہمیشہ خوشی کے موقع پر ہی پیدا ہوتے ہیں۔ جب دل میں شکر کے جذبات پیدا ہوں گے تو فکر، غم اور غصہ کے جذبات کے اُبھرنے

کا سوال ہی پیدا نہ ہوگا اور اس سے غذا کے ہضم ہونے میں بھی مدد ملے گی اور ایسے ماحول میں انسان جو کچھ کھائے گا وہ انگ لگے گا۔ اسی طرح شیطان انسان کے دل میں وسوسے ڈالتا ہے اور اس میں شکر کے جذبات پیدا کرنے کی بجائے شکوہ، شکایت، فکر، پریشانی اور غم و غصہ کے جذبات کو ابھارتا ہے۔ اس حال میں غذا کھانے کے نتیجہ میں طبی نقطۂ نگاہ سے سوئے ہضم کی شکایت پیدا ہو سکتی ہے اور اس امر کا امکان ہوتا ہے کہ غذا پورے طور پر جزوِ بدن نہ بن سکے۔ پس کھانا کھاتے وقت یہ احتیاط بھی لازم ہے کہ انسان ہر قسم کے تفکرات سے آزاد ہو کر ہنسی خوشی کھانا کھائے اور اللہ تعالیٰ کا شکر بجا لائے۔

کھانے کے تعلق میں ایک یہ احتیاط بھی ضروری ہے کہ کھانا کھانے کے دوران حتی الامکان پانی کم پیا جائے کیونکہ اس سے معدے کی رطوبتیں پانی میں حل ہو جاتی ہیں اور کھانے کو بآسانی ہضم کرنے کے کام میں نہیں آتیں اس کی وجہ سے بھی سوئے ہضم کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔

دوم:۔ غذا کے بعد صحت کو برقرار رکھنے کے لئے دوسری اہم چیز ورزش ہے۔ ورزش کا فائدہ تبھی ہے کہ ورزش التزام کے ساتھ کی جائے۔ اس کے نتیجہ میں جسم کا ہر عضو حرکت میں آتا رہتا ہے اور اس طرح اس میں زندگی قائم رہتی ہے۔ نیز ورزش کرنے سے تازہ ہوا جسم کے اندر جاتی ہے جو صحت کیلئے بہت ضروری ہے۔ عمر کے ساتھ ساتھ ورزش بھی بدلتی جاتی ہے۔ بڑی عمر میں صبح کے وقت ہوا خوری یا گھوڑا سواری وغیرہ بہت مفید ہیں۔ قرآن مجید میں حضرت سلیمانؑ اور اہلِ سبا کے بیان میں صبح اور شام کی سیر کا ذکر آتا ہے۔ اسی طرح چوپایوں پر سواری کا ذکر بھی قرآن میں موجود ہے۔ احادیث میں مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گھوڑے کی سواری بہت مرغوب تھی۔ حضورؐ نہ صرف گھوڑے کی سواری فرماتے تھے بلکہ صحابہؓ سے گھوڑ دوڑ کی مشق بھی کراتے تھے۔ چنانچہ حضورؐ کی سواری کا ایک گھوڑا تھا جس کا نام سبحہ تھا۔ ایک دفعہ اس کو آپؐ نے بازی میں دوڑایا، اس نے بازی جیتی تو آپؐ کو خاص مسرت ہوئی۔ اسی طرح اونٹوں کی دوڑ بھی ہوتی۔ حضورؐ کی خاص سواری کا ناقہ عضباء ہمیشہ بازی لے جاتا۔ ایک دفعہ ایک بدو اونٹ پر سوار آیا اور مسابقت میں عضباء سے آگے نکل گیا۔ تمام مسلمانوں کو سخت صدمہ ہوا۔ حضورؐ نے فرمایا "خدا پر حق ہے کہ دنیا کی جو چیز گردن اٹھائے اُس کو نیچا بھی دکھائے"۔ الغرض اسلام نے بھی صحتِ جسمانی کے نقطۂ نگاہ سے ورزش پر کچھ کم زور نہیں دیا۔

سوم:۔ صحت کو برقرار رکھنے کے لئے تیسری اہم چیز آرام ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے:۔

وَجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ۝ وَّ — اور ہم نے تمہاری نیند کو موجبِ راحت بنایا اور

جَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ۙ وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ۝ (النبا آیات ۱۰ تا ۱۲)

ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا ہے اور ہم نے دن کو زندگی کے اظہار کا موقع بنایا ہے۔

دن کے وقت انسان کام میں مصروف رہتا ہے اور اُس کے جسم کے اعضاء حرکت میں رہتے ہیں، لہٰذا رات اُس کے آرام کے لئے ہے تاکہ جسم کو آرام ملے اور پھر وہ تازہ دم ہو کر اگلے دن کام کر سکے طبی نقطۂ نگاہ سے: [illegible]ے کے لئے کم از کم آٹھ نو گھنٹے نیند ضروری ہے تاہم بڑوں کے لئے چھ سے سات گھنٹے تک رات کے وقت سونا کافی ہے۔ بڑی عمر میں دوپہر کے کھانے کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ آرام کرنا بھی صحت کیلئے ضروری ہے۔ اِسی طرح یہ بھی ضروری ہے کہ انسان رات کو جلدی سوئے اور صبح جلدی بیدار ہو جائے۔ سوتے وقت مُنہ نہ ڈھانکنا چاہیئے اور کمرے کی کھڑکیاں اور روشندان کُھلے رہنے چاہئیں۔ آرام کے تعلق میں یہ سب احتیاطیں ضروری ہیں۔ احادیث میں اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ حضور ان میں سے ہر بات پر عمل فرماتے تھے اور اِن سب امور کا نہ صرف خود خیال رکھتے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اِن پر عمل کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

چہارم:- اِس تعلق میں چوتھی اہم چیز خوش رہنا ہے۔ یہ چیز ایسی ہے کہ جو اگرچہ اختیاری تو نہیں مگر پھر بھی کوشش سے اختیاری بنائی جا سکتی ہے۔ جو شخص ہر وقت فکر مند رہتا ہے، ذرا ذرا سی بات پر غصّہ میں آجاتا ہے، یا چھوٹی چھوٹی تکالیف کا بہت زیادہ اثر قبول کرتا ہے، رفتہ رفتہ اُس کی صحت پر بُرا اثر پڑنا شروع ہو جاتا ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ یہ اثر پورے طور پر بیماری کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

آجکل کے زمانے کے حالات کچھ ایسے ہیں کہ انسان دنیوی تفکّرات میں زیادہ مبتلا ہوتا چلا جا رہا ہے لیکن اگر اسلام کی تعلیم پر عمل کیا جائے تو اِن تفکّرات سے نجات حاصل کرنا چنداں مشکل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں مومنوں کی صفت ہی یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ خوف اور حزن سے بالا ہوتے ہیں اور یہ کہ صحیح معنوں میں امن میں مومن ہی ہوتے ہیں جیسا کہ فرماتا ہے:-

فَمَنْ اٰمَنَ وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (الانعام آیت ۴۹)

جو لوگ ایمان لے آئیں اور اصلاح کریں تو انہیں نہ کسی قسم کا آئندہ کے لئے خوف ہوگا اور نہ وہ گزشتہ کوتاہیوں پر غمگین ہوں گے۔

اِسی طرح اللہ تعالیٰ مومنوں کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:-

اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝ (الانعام آیت ۸۳)

مومنوں کے لئے ہی امن مقدر ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

خوف اور حزن سے نجات پانے اور امن میں آنے کا طریق یہ بتایا کہ :-

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ؕ (اللہ تعالیٰ کے ذکر سے ہی دل اطمینان کی دولت سے مالا مال ہوتے ہیں -)

پس دنیوی تفکرات اور جھمیلوں سے بچنے کا علاج ہمارے پاس ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق پیدا کرنا اور اُسی کی طرف ہر وقت اپنی ضروریات کے لئے رجوع کرنا اور اپنے اندر ایسی کیفیت پیدا کر لینا کہ دنیوی تکلیفیں اور مشکلات ہم پر اثر انداز نہ ہوسکیں۔ مشکلات سے کوئی بشر خالی نہیں یہ تو آتی ہی ہیں اور زندگی کے ساتھ ساتھ چلتی ہیں ہمیں ان سے کسی حال میں بھی دل برداشتہ نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ رکھیں گے اور اُس کے ذکر سے اپنی زبانوں کو تر رکھیں گے تو لازماً ہمارے دلوں میں سکینت پیدا ہوتی رہے گی اور ہم ہر حالت میں خوش رہیں گے اور اِس کا لازمی نتیجہ ہماری صحت کیلئے بہت اچھا ہوگا۔ ہر وقت افسردہ خاطر رہنے اور کڑھتے رہنے سے دماغ اور غدودوں پر بہت بُرا اثر پڑتا ہے اور مختلف قسم کی بیماریاں مثلاً ہائی بلڈ پریشر وغیرہ پیدا ہو کر صحت کو برباد کر دیتی ہیں۔ پس ہر حال میں خوش رہنا صحت کے لئے ضروری ہے اور ایک سچے مسلمان کے لئے اپنے اندر ایسی کیفیت پیدا کر لینا ہرگز دشوار نہیں ہے۔

پنجم:- صحت کے نقطۂ نگاہ سے پانچویں چیز صفائی اور نظافت کا اہتمام ہے۔ مراد یہ ہے کہ گندگی سے بہر طور اجتناب کیا جائے۔ گندگی اور عفونت سے بچنے اور صفائی کو لازم پکڑنے کے لئے تین قسم کی گندگی سے بچنا از بس ضروری ہے۔ اوّل جسم کو ہر قسم کی گندگی سے بہر طور محفوظ رکھا جائے اس میں ہاتھ پاؤں چہرہ اور بقیہ جسم کو صاف رکھنا مسواک کرنا اور لباس کی صفائی کا التزام کرنا شامل ہے۔ دوم گھر کو صاف ستھرا اور پاک رکھنا اس میں گندے پانی کو کھڑے ہونے سے روکنا نیز درخت وغیرہ لگا کر اس پانی کو استعمال میں لانا شامل ہے۔ سوم اپنے پورے ماحول کو گندگی سے بچانا۔ اس میں شہر کی صفائی شامل ہے۔ اِس تیسری قسم کی گندگی کے بارہ میں احتیاط کو ملحوظ نہ رکھنے سے بہت خطرناک نتائج پیدا ہوسکتے ہیں۔ ماحول کی صفائی کی طرف پورے طور پر توجہ نہ دینے سے ہی وبائی امراض تپ، ہیضہ، ٹائیفائڈ اور چیچک وغیرہ پھوٹنے کا خدشہ ہوتا ہے۔

اسلام دینِ فطرت ہے اس نے دیگر تمدنی احکامات کے ساتھ ساتھ دینی اور دنیوی نقطۂ نگاہ سے صفائی کی اہمیت پر بے انتہا زور دیا ہے اور مذکورہ بالا تینوں قسم کی گندگیوں سے بچنے کی تلقین فرمائی ہے۔ جسمانی صفائی کے تعلق میں اللہ تعالیٰ نے سب سے اوّل اس امر کی طرف توجہ دلائی ہے کہ ہم نے پانی اسی لئے بنایا ہے کہ تم اس کی مدد سے اپنے آپ کو پاک وصاف رکھو، نہا دھو کر جسموں کے میل کچیل دور کرو اور اس طرح اپنے آپ کو ہر طرح صحت مند بنانے کی

کوشش کرو چنانچہ اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً
لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ
الشَّيْطٰنِ　(الانفال آیت ۱۲)

اور اللہ تعالیٰ تم پر آسمان سے پانی برساتا ہے کہ
تمہیں اس پانی کے ذریعے پاک صاف کئے رکھے
اور تم سے شیطانی گندگی کو دُور رکھے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کپڑوں کو صاف رکھنے اور جسم کو ہر قسم کی ناپاکی سے دُور رکھنے کی تلقین ان الفاظ میں فرمائی ہے :-

وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ۝ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ ۝
(المدثر آیات ۵و۶)

اور اپنے کپڑے پاک صاف رکھ اور پلیدی کو
قریب نہ آنے دے۔

اسی طرح گھر اور ماحول کی صفائی پر بھی اللہ تعالیٰ نے کچھ کم زور نہیں دیا ہے اُس نے مسلمانوں کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ سے لئے گئے ایک عہد کو یاد دلا کر مسلمانوں کو گھروں اور ماحول کو صاف رکھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ وہ عہد یہ ہے کہ :-

وَعَهِدْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ
اَنْ طَهِّرَا بَيْتِيَ لِلطَّآئِفِيْنَ وَالْعٰكِفِيْنَ
وَالرُّكَّعِ السُّجُوْدِ ۝
(البقرہ آیت ۱۲۶)

اور ہم نے ابراہیم اور اسمٰعیل کو تاکیدی حکم دیا تھا
کہ میرے گھر کو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنیوالوں
اور رکوع کرنیوالوں اور سجدہ کرنے والوں کے لئے
پاک اور صاف رکھو۔

پھر اللہ تعالیٰ نے گندگی سے بچنے اور صفائی ستھرائی کا خاص اہتمام کرنے کے سلسلہ میں ایک ایسی جامع بات بیان فرمائی ہے جو ہر قسم کی صفائی پاکی اور طہارت پر حاوی ہے اور بلحاظ تاکید اس قدر گہرائی کی حامل ہے کہ پاکی اور طہارت کی اہمیت اُس سے اچھی طرح عیاں ہو جاتی ہے اور ایک حقیقی مسلمان اپنی عملی زندگی میں اس کا انتہائی اہتمام کئے بغیر رہ ہی نہیں سکتا اور وہ یہ ہے کہ :-

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ
الْمُتَطَهِّرِيْنَ ۝
(البقرہ ۲۲۳)

اللہ ان سے جو اس کی طرف بار بار رجوع کرتے
ہیں یقیناً محبت کرتا ہے اور ظاہری و باطنی صفائی
رکھنے والوں سے بھی یقیناً محبت کرتا ہے۔

جسم اور ماحول کی صفائی کے متعلق اللہ تعالیٰ کے ان تاکیدی احکامات کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پاکیزگی و طہارت کا نہ صرف خود بہت خیال رکھتے تھے بلکہ صحابہ کو بھی اس بارہ میں بہت زیادہ احتیاط کرنے کی تلقین فرماتے رہتے تھے۔ چنانچہ کتب احادیث میں آتا ہے کہ ایک شخص کو میلے کپڑے پہنے دیکھا تو فرمایا کہ اس سے اتنا نہیں

ہوتا کہ کپڑے دھولیا کرے۔ اسی طرح ایک اور شخص کو دیکھا کہ سر کے بال بہت پریشان حالت میں ہیں آپ نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا کیا یہ شخص اپنے بالوں کو صاف اور درست حالت میں نہیں رکھ سکتا۔ ایک دن لوگ مسجد نبوی میں نماز جمعہ ادا کرنے آئے۔ لوگ اپنا کاروبار چھوڑ کر میلے کپڑوں میں ہی آحاضر ہوئے۔ لوگوں کے پسینے کی وجہ سے مسجد میں کسی قدر بو پھیل گئی اس پر آپ نے ارشاد فرمایا اگر لوگ نہا دھو کر اور صاف کپڑے پہن کر آتے تو اچھا ہوتا اسی دن سے جمعہ کا غسل ایک شرعی حکم بن گیا۔ اسی طرح مجلس کی فضا صاف رکھنے کے لئے آپ کبھی کبھی خوشبو کی انگیٹھیاں جلواتے تھے جن میں اگر اور کافور جلایا جاتا تھا۔ الغرض آپ جسم اور رہنے سہنے کی جگہ کی صفائی کا خاص اہتمام فرماتے تھے۔ ماحول کی صفائی کا بھی آپ کو ہمیشہ بہت خیال رہتا۔ عرب کے لوگ راستوں پر ہی بول و براز کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے آپ نے اس سے سختی سے منع فرمایا۔ احادیث میں ایسی روایات بکثرت آتی ہیں کہ آپ نے ان لوگوں پر لعنت کی ہے کہ جو راستوں میں یا درختوں کے سایہ میں بول و براز کرتے ہیں۔ راستوں کے علاوہ درختوں کے سایہ میں بول و براز کرنے سے منع کرنے میں یہ حکمت تھی کہ درختوں کے سایہ میں اکثر راہ گیر بسیرا کرتے ہیں۔ اگر وہاں بول و براز پڑا ہوا ہو تو اس کی عفونت بسیرا کرنے والوں کی صحتوں پر بُرا اثر ڈالنے کا موجب بن سکتی ہے۔ جس لحاظ سے بھی دیکھا جائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صفائی سے تعلق رکھنے والے بنیادی اصولوں پر عمل کرنے اور دوسروں سے اس پر عمل کرانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اور اس طرح ایک ایسے صحت مند معاشرے کی بنیاد ڈالی جو آج بھی ایک ماڈل اور نمونے کا کام دے سکتا ہے۔

ششم:۔ صحت کو برقرار رکھنے کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان وبائی اور متعدی امراض سے بچنے کے لئے احتیاطی تدابیر اختیار کرے۔ اگر اس بارے میں احتیاط نہ کی جائے تو باقی سب احتیاطیں دھری رہ جاتی ہیں اور انسان کسی نہ کسی خطرناک مرض میں مبتلا ہو جاتا ہے جو بعض حالتوں میں مہلک بھی ثابت ہو سکتا ہے اگر کسی کو نزلہ، خسرہ، سل وغیرہ میں سے کوئی بیماری ہو تو ایسے مریض کے برتن علیحدہ کر دینے چاہئیں اور ایسے مریضوں کو ہر جگہ تھوکنے سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ اسی طرح اور بہت سی احتیاطیں ہیں ان پر کاربند ہونا چاہیئے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے اس بارہ میں بھی بعض ایسی ہدایتیں دی ہیں جو طبّی نقطۂ نگاہ سے نہایت درجہ حکمت اور دوراندیشی پر مبنی ہیں۔ مثال کے طور پر وبائی امراض کے سلسلہ میں ہدایت ہے کہ اگر کسی علاقے میں وبا پھیلی ہوئی ہو تو دوسرے علاقوں کے لوگوں کو اس علاقے میں نہیں جانا چاہیئے اسی طرح وبا زدہ علاقے کے لوگوں کو اس علاقے کو چھوڑ کر دوسرے علاقوں میں نہیں جانا چاہیئے ورنہ دوسرے علاقوں کے بھی وبا کی لپیٹ میں آنے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اگر اسلام کی اس ہدایت پر عمل کیا جائے تو دوسرے علاقے بہت حد تک وبا کے اثر سے محفوظ رہ سکتے ہیں اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدی امراض کے بارے میں بھی بہت احتیاط سے کام لینے کی تلقین فرمائی ہے ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا جذامی سے اس طرح بھاگو جس طرح شیر سے بھاگتے ہو۔ آپ نے اس بارہ

میں اس درجہ احتیاط سے کام لینے پر زور دیا ہے کہ آپ نے اس امر سے بھی منع فرمایا کہ کسی بیمار جانور کو تندرست جانوروں کے ساتھ رکھا جائے چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا بیمار اونٹ کو تندرست اونٹ کے پاس مت لے جاؤ۔

ہفتم:۔ صحت کو برقرار رکھنے کے سلسلہ میں ایک ضروری امر یہ ہے کہ نشہ آور چیزوں کے استعمال سے بچا جائے۔ اس بارے میں اسلام کے احکام بہت واضح ہیں۔ اس نے تمام نشہ آور چیزوں کو حرام قرار دیا ہے۔ اس زمانہ میں جدید طبی اور سائنسی تحقیق کے نتیجے میں بعض ایسی نشہ آور چیزوں کے مہلک اثرات بھی منظرِ عام پر آ چکے ہیں جنہیں بعض وقتی فوائد کا سہارا لیکر آجکل کی متمدن دنیا میں بکثرت استعمال کیا جاتا ہے۔ اسلام نے آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی یہ کہہ کر کہ ان کے نقصانات ان کے فائدہ سے بہت زیادہ ہیں ان کے استعمال کا دروازہ بالکل بند کر دیا تھا۔ یہ اسلام کی صداقت کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔

ہشتم:۔ ان سب طبی ہدایات سے بڑھ کر اس بارہ میں اسلام نے ایک اور امر کی بھی ہدایت فرمائی ہے اور جہاں تک اس ہدایت کا تعلق ہے اسلام اس میں منفرد ہے۔ ہر چند کہ اس ہدایت کا جدید طب میں ذکر نہیں ہے لیکن یہ ایک ایسی بنیادی ہدایت ہے جو سب طبی ہدایتوں سے بھاری اور افضل ہے اور وہ ہے دعا۔ حقیقت یہ ہے کہ دیگر تمام انسانی معاملات کی طرح صحت کو برقرار رکھنے کے تعلق میں بھی دعا اس درجہ اہم اور ضروری ہدایت ہے کہ اس کے بغیر باقی سب احتیاطیں باوجود پوری جد و جہد کے بیکار ثابت ہو سکتی ہیں برخلاف اس کے ہم اس سے کام لے کر مخالف حالات میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کے رحم کے نتیجے میں ہر قسم کی طبی ہدایتوں اور احتیاطوں کو مؤثر اور نتیجہ خیز بنا سکتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا ہے طبی احتیاطوں سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کی تلقین کے باوجود مصائب و شدائد اور امراض سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنے پر خاص زور دیا ہے۔ چنانچہ احادیث میں آپ کی بکثرت ایسی دعائیں مذکور ہیں جو آپ دُکھ، بیماری اور دیگر مصائب و شدائد سے محفوظ رہنے کیلئے مانگا کرتے تھے۔ سچ یہی ہے کہ تمام برکتوں اور رحمتوں کا خزانہ خدا تعالےٰ ہی کی ذات ہے۔ اگر طبی احتیاطیں کارگر ثابت ہوتی ہیں تو اسی کے فضل اور احسان سے ورنہ اگر وہ نہ چاہے تو سب احتیاطیں بے اثر ہو کر رہ جاتی ہیں اور ہونے والی بات ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ ہاں اگر وہ چاہے تو طبی احتیاطوں کی عدم موجودگی میں بھی محض اپنی قدرتِ کاملہ کے نتیجہ میں خارق عادت طور پر انسان کو مصائب و شدائد اور امراض سے بچا لیتا ہے۔ پس مذکورہ بالا طبی ہدایتوں کے ساتھ ساتھ دعاؤں سے کام لینا بھی ازبس ضروری ہے۔ اس سے غفلت برتنا نقصان اور ہلاکت پر منتج ہو سکتا ہے۔

ہماری جماعت ایک خدائی جماعت ہے۔ اس زمانہ میں اللہ تعالےٰ نے اسلام کو ساری دنیا میں

پھیلانے کی عظیم ذمہ داری اس کے سپرد کی ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم قانونِ شریعت کے ساتھ ساتھ قانونِ قدرت پر بھی کما حقہٗ عمل پیرا ہوں۔ بالخصوص اس پر عمل پیرا ہونا ہمارے لئے اِس لحاظ سے اَور بھی زیادہ ضروری ہوجاتا ہے کہ قانونِ شریعت اور قانونِ قدرت دونوں میں جیسا کہ اُوپر واضح کیا جا چکا ہے باہم پوری پوری مطابقت پائی جاتی ہے۔ ہمارے لئے اپنی صحت کا خاص طور پر خیال رکھنا ازحد ضروری ہے۔ کیونکہ صحت کے بغیر ہم اپنی ذمہ داریوں کو کما حقہٗ ادا کرنے کے قابل نہیں بن سکتے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں صحت کے طبی اصولوں پر جو اسلام کی پُر حکمت تعلیم سے ہی ماخوذ ہیں کما حقہٗ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے تا ہم زیادہ محنت، زیادہ مستعدی، زیادہ دلجمعی اور زیادہ خوش اسلوبی کے ساتھ خدمتِ اسلام کا فریضہ ادا کر کے خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو ٹھہریں۔ اے خدا تو ہمیں ایسا کرنے کی توفیق عطا فرما اور دین و دنیا میں ہمارے ساتھ ہو۔ آمین یا ربّ العالمین +

زبانی اقرار ہرگز کافی نہیں!

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:-

"اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آنا بے سُود ہے تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا معنے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قرآن شریف کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہؓ نے کیا۔"

(ملفوظات جلد سوم صـ۳۷)

اسلامی معاشرہ اور بچے

(مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے)

اسلامی معاشرہ میں "بچے" ایک اہم کردار ادا کرتے ہیں کیونکہ یہی بعد میں جوان ہو کر قوم کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ انہیں قومی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کے قابل بنانے کے لئے ضروری ہے کہ بچپن میں بچوں کی غور و پرداخت پر خاص توجہ مرتکز کی جائے اور اس کے لئے بہتر اور زیادہ مناسب طریق اختیار کئے جائیں۔

والدین کی طرف سے اس امر میں تساہل بعض اوقات خطرناک صورتِ حال پیدا کرنے کا باعث ہوتا ہے۔ اسی قسم کی غفلت اور سہل انگاری کے نتیجہ میں آج امیر گھرانوں کے نوخیز بچوں کا ایک ایسا طبقہ پیدا ہو رہا ہے جنہیں "ٹیڈی" کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ کھاتے پیتے گھرانوں کے ان بچوں کے پاس مال و دولت کی کمی نہیں ہوتی، نہ ہی کسی قسم کی اور پریشانی سے انہیں دوچار ہونا پڑتا ہے۔ وہ محض دل لگی کے لئے کسی کی کار لے اُڑیں گے، کسی پر فائر کر دیں گے اور کسی کی کھڑکی کے شیشے اور بلب توڑ ڈالیں گے، کیونکہ انہیں اپنے تئیں مصروف رکھنے کے لئے اور کوئی کام نہیں ہوتا۔ انہیں اپنے ماں باپ کے ساتھ گھر کے کام کاج میں ہاتھ بٹانے کی ضرورت نہیں ہوتی اور نہ ہی انہیں اُن کے لئے فکرمند ہونا پڑتا ہے، مُنہ میں سونے کا چمچہ تھامے یہ بچے اِدھر اُدھر آوارہ پھرتے ہوئے کسی پر آوازے کستے ہیں اور کسی پر کیچڑ اُچھالتے ہیں اور پھر لوگوں کی توجہ کو مبذول کرنے کے لئے بعض اوقات نہایت مذبوحی حرکات کے مرتکب ہو جاتے ہیں محض اس لئے کہ ان کے والدین نے بچپن اور کمسنی میں انکی غور و پرداخت خود نہ کی بلکہ اس غرض کے لئے "آیا" رکھ دی اور یہ سمجھ لیا کہ وہ ان کی صحیح رنگ میں تربیت کر رہی ہے۔ محض اپنے تئیں اس دردِ سر اور زحمت سے بچانے کے لئے انہوں نے روپیہ کے سہارے خادمہ سے وہ کام لینا چاہا جو اُن کا اپنا کام تھا۔ آیا کے دل میں بچہ کے لئے اس کی بہبود کے وہ جذبات، وہ دلسوزی، وہ ہمدردی اور وہ درد و اثر کیونکر پیدا ہو سکتا ہے جو ایک بچہ کی بے راہ روی کو دیکھ کر اُس کے حقیقی والدین کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ غلط تربیت کے نتیجہ میں وہ بچے بڑے ہو کر گُل کھلاتے ہیں۔ والدین کے نام کو بٹہ لگاتے ہیں۔ معاشرہ کے چہرہ پر ایک بدنما دھبہ لگانے اور قوم کو بدنام کرنے کا باعث بنتے ہیں، نہ مذہب و ملت سے اُنہیں واسطہ نہ قوم و ملک کا اُن کے دل میں درد، نہ اخلاق سے تعلق اور نہ اطوار سے دلچسپی۔ ایسے بچوں میں کردار کی پختگی اور بلندی کیسے پیدا ہو،

وہ قوم وملت اور معاشرہ کے لئے مفید وجود بنیں تو کیسے اور اُن کے دل میں حُبّ وطن وملت کا جذبہ پیدا ہو تو کیسے۔ نظم وضبط کی کمی اور روحانی اقدار اور بلند اخلاق و کردار کا فقدان انہیں ملک وملت کیلئے راہبر کی بجائے راہزن بنا دیتا ہے۔

اسلام نے بچوں کی تربیت کے مسئلہ پر خاص توجہ دی ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:۔

كُلّ مولود يُولد على فطرة الاسلام فابواهُ — ہر پیدا ہونے والا اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔
يُهَوِّدانه او ينصّرانه۔ — پس اسکے والدین اسے یہودی یا عیسائی بنا دیتے ہیں۔

ہر بچہ صحیح فطرت لے کر دنیا میں آتا ہے۔ پھر اس کی صحیح رنگ میں غور پرداخت کی جائے اور اس کی صحیح رنگ میں تربیت کی جائے تو اس کی فطرت بدستور صحیح اور سلیم رہتی ہے۔ ورنہ جس رنگ میں اسے رنگین کیا جائے وہ وہی رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ ماں باپ جس قسم کی باتیں اُس کے دل میں ڈالیں بچہ انہیں قبول کر لیتا اور انہیں اپنا لیتا ہے۔ اسی لئے اسلام میں اس امر کی تاکید کی گئی ہے کہ بچہ کی پیدائش کے معاً بعد اُس کے کان میں اذان کہہ کے بچپن ہی سے صحیح قسم کے خیالات اُس کے دل و دماغ میں جاگزین کئے جائیں۔ جوں جوں بچہ ہوش سنبھالتا جائے ماں باپ اُس کے کان میں اچھی باتیں ڈالتے جائیں تاکہ کسی مرحلہ پر بھی وہ غلط راہ پر گامزن نہ ہونے پائے۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرما رہے تھے دو اڑھائی سال کا ایک بچہ جو حضورؐ کے ساتھ کھانے میں شریک تھا سالن میں اِدھر اُدھر ہاتھ مارتا۔ حضورؐ نے فرمایا:۔

كُلْ بيمينك وكُل مما يليك۔ — دائیں ہاتھ سے کھاؤ اور اپنے سامنے سے کھاؤ۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اکثر والدین کی طرح یہ نہیں فرمایا کہ بچہ ہے، اسے جو چاہے کرنے دو، بڑا ہو کر خود ہی سنبھل جائے گا۔ بلکہ حضورؐ نے اس کی بروقت اصلاح کی کوشش فرمائی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔

قُوْا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا ۔ — اپنے تئیں اور اپنے بال بچوں کو آگ سے بچاؤ۔

غلط تربیت کے نتیجہ میں گھر جہنم بن جاتا ہے جس میں والدین اور گھر کے تمام افراد شب و روز بے چینی میں گزارتے ہیں، غلط تربیت کے نتیجہ میں گھر کا امن و چین اُٹھ جاتا ہے۔ اس لئے بروقت زحمت برداشت کر کے اپنے تئیں اور اپنے اہل و عیال کو اس بے چینی اور اضطراب کی آگ سے بچاؤ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"اولاد کی خواہش تو لوگ بڑی کرتے ہیں اور اولاد ہوتی بھی ہے مگر یہ کبھی نہیں دیکھا گیا کہ اولاد کی تربیت اور اُن کو عمدہ اور نیک چلن بنانے اور خدا تعالیٰ کے فرمانبردار بنانے کی سعی

اور فکر کریں۔" (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۷۲)

نیز فرماتے ہیں:۔

"بہت سے والدین ایسے ہیں جو اپنی اولاد کو بُری عادتیں سکھا دیتے ہیں۔ ابتدا میں جب وہ بدی کرنا سیکھنے لگتے ہیں تو اُن کو تنبیہہ نہیں کرتے۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دن بدن دلیر اور بے باک ہوتے جاتے ہیں۔" (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۳۷۲ و صفحہ ۳۷۳)

اسلام ہر گھر میں ایک پاکیزہ ماحول پیدا کرنا چاہتا ہے، ایک روحانی ماحول، ذکر الٰہی اور تسبیح و تحمید کا ماحول، نوافل و فرائض نماز کی ادائیگی کا ماحول۔ یہ پاکیزہ ماحول پیدا ہوتا ہے بات بات پر اللہ تعالیٰ سے استمداد و دعا کے نتیجہ میں، بار بار اللہ تعالیٰ کی یاد اور اُس کے ذکر کے نتیجہ میں۔ اس لئے ہر اسلامی گھرانے میں نماز، روزہ، تلاوت قرآن کریم، احکام الٰہی کی پابندی، اسلام کی خاطر قربانی کرنے اور اسلام کے رنگ میں رنگین ہونے کا چرچا ہونا چاہیئے۔ تا بچے اس سے خود بخود اثر قبول کریں، اُن کے دل و دماغ میں بھی یہی خیالات جاگزیں ہوں، اُن کے افکار و اذہان میں اسی قسم کے خیالات مرتسم ہوں تا جہاں وہ اللہ تعالےٰ کے فرمانبردار بندے بنیں وہاں وہ جوان ہو کر اپنے تئیں اسلامی معاشرہ کا جُزو سمجھیں اور صحیح رنگ کی تربیت کے نتیجہ میں وہ ملک و ملت کی خدمت کے جذبات سے سرشار ہوں۔ اِس طرح وہ بلند اخلاق و کردار کے مالک بنیں اور ملک و قوم کی ذمہ داریوں کو صحیح طریق پر ادا کرنے کے قابل بن سکیں۔

اِس سلسلہ میں اِس امر کا بھی خیال رکھنا ضروری ہے کہ بچے بُری صحبت میں نہ بیٹھیں کیونکہ بُری صحبت میں بیٹھنے سے ایک انسان کے خیالات دوسرے انسان سے خود بخود اثر پذیر ہوتے چلے جاتے ہیں اسی لئے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ تاکیداً فرماتا ہے کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ کہ ہمیشہ نیکوں اور راستبازوں کی صحبت میں بیٹھو تا تمہارے دل و دماغ میں بھی نیک خیالات جاگزیں ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:۔

"انسان کو ہلاک کرنے والی چیزوں میں سے ایک بدصحبت بھی ہے۔ دیکھو ابوجہل خود تو ہلاک ہؤا مگر اور بھی بہت سے لوگوں کو جو اُس کے پاس جا کر بیٹھا کرتے تھے لے مرا۔ اس کی صحبت اور مجلس میں بجز استہزاء اور ہنسی ٹھٹھے کے اور کوئی ذکر ہی نہ تھا۔"

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۔ مؤرخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۱ء۔ ملفوظات جلد ۲)

بعض لوگ بچوں کو تنبیہہ کرنے کے لئے انہیں بات بات پر مارتے اور زدوکوب کرتے ہیں جس کی وجہ سے اصلاحِ احوال کی بجائے ان میں ضد اور ہٹ دھرمی پیدا ہو جاتی ہے۔ اُس وقت خواہ وہ خاموشی سے یہ سب کچھ برداشت کر لیں مگر اُن کے دل میں بزرگوں اور اُن کے طور طریق کے خلاف بغاوت کے جذبات

پیدا ہو جاتے ہیں جو بالعموم ناگوار نتائج کے ذمہ دار ہوتے ہیں اس لئے ناصحانہ انداز میں ہمیشہ نرمی اور رفق سے انہیں سمجھانا چاہیئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"میرے نزدیک بچوں کو یوں مارنا شرک میں داخل ہے .... ایک جوش والا آدمی جب کسی بات پر سزا دیتا ہے تو اشتعال میں بڑھتے بڑھتے ایک دشمن کا رنگ اختیار کر لیتا ہے اور جُرم کی حد سے سزا میں کوسوں تجاوز کر جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص خود دار اور اپنے نفس کی باگ کو قابو سے نہ دینے والا اور پورا متحمل اور بردبار اور باسکون اور باوقار ہو تو اسے البتہ حق پہنچتا ہے کہ کسی وقتِ مناسب پر کسی حد تک بچے کو سزا دے یا چشم نمائی کرے۔"

(ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۴)

اصل بات یہ ہے کہ ترغیب و تحریص اور افہام و تفہیم کے مناسب ذرائع اختیار کرنے کے بعد ہمیں خدا تعالےٰ کے حضور دعا کرنی چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان بچوں کی راہنمائی فرمائے اور ان کی صحیح تربیت فرمائے کیونکہ دلوں کی کنجی خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"جس طرح اور جس قدر سزا دینے میں کوشش کی جاتی ہے۔ کاش دعا میں لگ جائیں اور بچوں کے لئے سوزِ دل سے دعا کرنے کو ایک حزب مقرر کر لیں۔ اس لئے کہ والدین کی دعا کو بچوں کے حق میں خاص قبول بخشا گیا ہے۔" (ملفوظات جلد ۲ صفحہ ۴)

اسلام کیا ہے ؟

مسیح پاک علیہ السلام فرماتے ہیں :۔

"اسلام کیا چیز ہے ؟ —— وہی جلتی ہوئی آگ جو ہماری سفلی زندگی کو بھسم کر کے اور ہمارے باطل معبودوں کو جلا کر سچے اور پاک معبود کے آگے ہماری جان اور ہمارے مال اور ہماری آبرو کی قربانی پیش کرتی ہے ایسے چشمہ میں داخل ہو کر ہم ایک نئی زندگی کا پانی پیتے ہیں اور ہماری تمام روحانی قوتیں خدا سے یوں پیوند پکڑتی ہیں جیسا کہ ایک رشتہ دوسرے رشتہ سے پیوند کیا جاتا ہے۔"

(اسلامی اصول کی فلاسفی)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السّلام

کی

بعض غیر مطبوعہ روایات

(مکرّم مولوی عبد الرحمٰن صاحب انور۔ ربوہ)

محترم قریشی امیر احمد صاحب ساکن میانی ضلع شاہپور ثم مہاجر قادیان ۱۹۰۲ء میں سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہوئے۔ اس طرح آپ کو صحابہ کے مقدس گروہ میں شمولیت کا شرف حاصل ہوا۔ ۱۹۳۳ء میں جب مَیں نے سلسلہ کی طرف سے ضلع جھنگ کا تبلیغی دورہ کیا تو اُس وقت مجھے بستی وریام کملانہ ضلع جھنگ میں بھی جانے کا اتفاق ہوا۔ وہاں محترم قریشی امیر احمد صاحب بھی بطور محصل بیت المال تشریف لائے ہوئے تھے۔ مورخہ ۵ دسمبر ۱۹۳۳ء کو آپ نے میری درخواست پر جو روایات بیان کیں انہیں مَیں نے اُسی وقت قلمبند کر کے محفوظ کر لیا تھا۔ آپ کی بیان کردہ روایات افادۂ احباب کی غرض سے ذیل میں پیش کرتا ہوں:۔

محترم قریشی امیر احمدؐ صاحب کی روایات

جس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی کے مطابق طاعون پھیلی اُس زمانہ کی بات ہے کہ ایک دن ایک شخص نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ طاعون کے انسداد کے لئے حکومت لاتعداد پنجرے بنوا کر گاؤں گاؤں لوگوں میں تقسیم کر رہی ہے تاکہ تمام چوہے پکڑ کر مار دیئے جائیں اور اس طرح طاعون ختم ہو جائے۔ اس پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ گورنمنٹ بے شک لاکھوں پنجرے بنوائے جبتک ڈلوں کے چوہے نہیں مرینگے طاعون دُور نہ ہوگی۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس مسجد مبارک میں پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کا ایک خلیفہ آیا۔ وہ نہایت مؤدبانہ طریق پر حضورؑ سے گفتگو کرتا رہا۔ آخر میں اُس نے کہا ہم آپ کا دعویٰ کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ حضورؑ نے اُس کی بات سُنکر فرمایا تو پھر مباہلہ کر لو خدا جھوٹے کو غارت کر دیگا۔ اس پر وہ شخص بار بار یہی کہتا رہا کہ نہیں میں مباہلہ بھی نہیں کر سکتا۔ حضورؑ نے فرمایا تمہیں تو کوئی خوف نہیں ہونا چاہیئے خوف تو مجھے ہو سکتا ہے کیونکہ بقول تمہارے مَیں جھوٹا ہوں۔ اِس پر بھی اُس شخص نے انکار ہی کیا اور مباہلہ کے لئے تیار نہ ہوا۔

ایک دفعہ لاہور میں ایک تقریر کے موقعہ پر جب بعض رؤسائے شہر بھی حضورؑ کی تقریر سُننے کے لئے آئے ہوئے تھے حضورؑ

نے فرمایا کہ لوگ مجھے گالیوں سے پُر خط بھیجتے ہیں۔ میں انہیں ایک صندوق میں ڈالتا جاتا ہوں اور یہی سمجھتا ہوں کہ لوگ مجھے گالیاں نہیں دیتے بلکہ میرے بھیجنے والے کو گالیاں دیتے ہیں۔ وہ خود ان سے سمجھ لے گا۔

ایک دفعہ ایک جلسہ کے موقع پر جو مسجد اقصیٰ میں ہوا تھا چند احمدی اِس خیال سے کہ حضورؑ کی تقریر اچھی طرح سُن سکیں مسجد سے ملحق ایک ہندو کے مکان کی چھت پر چڑھ کر وہاں بیٹھ گئے۔ وہ ہندو اس پر بہت برافروختہ ہوا اور باہر نکل کر احمدیوں کو گندی گالیاں دینے لگا۔ حضورؑ نے فوراً لوگوں کو نیچے اُتر آنے کی ہدایت فرمائی۔ وہ لوگ نیچے اُتر بھی آئے لیکن مالک مکان برابر گندی گالیاں دیتا رہا اور شور ڈالتا رہا۔ حضورؑ نے احباب جماعت سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ لوگوں نے اِس موقع پر صبر سے کام لیا ہے اِس پر میں بھی خوش اور میرا مولا بھی خوش ہے۔ یہ صبر رنگ لائیگا اور خدا انہیں پکڑیگا۔ اسکے بعد ہی حضورؑ نے "قادیان کے آریہ اور ہم" کتاب لکھی اور فرمایا اب ہمارا آریوں سے مقابلہ ہے یہ لوگ خدائی عذاب میں مبتلا ہونگے۔ چنانچہ قادیان میں آریہ لوگ طاعون سے بُری طرح ہلاک ہوئے۔

حضورؑ کے گھر میں ایک بوڑھی مائی رہا کرتی تھی۔ اُس کا نام مائی "تابی" تھا۔ حضورؑ اس کا بہت خیال رکھا کرتے تھے۔ ایکدن اُس نے حضورؑ سے کہا حضرت جی! میرا سر بڑا الستا (کمزور) ہے۔ حضورؑ نے فرمایا باداموں کا شیرہ پیا کرو۔ ساتھ ہی حضورؑ نے کچھ بادام بھی اُسے اپنے پاس سے دیئے لیکن جو شخص اِن باداموں کو گھونٹ کر اُسے دیتا اُس کا تیار کردہ شیرہ مائی کو پسند نہ آتا۔ ایک دن مائی نے حضورؑ سے شکایت کی۔ اُسوقت میں حضورؑ کے پاس ہی کھڑا تھا۔ حضورؑ نے شیرہ تیار کرنے کیلئے مجھے ارشاد فرمایا۔ میں نے کونڈی ڈنڈا لیا، پہلے اسے اچھی طرح دھویا اور صاف کیا پھر باداموں کو گھونٹا اور کھانڈ ملا کر مائی کو دیا۔ وہ سب کچھ دیکھتی رہی۔ شیرہ بادام پی کر بہت خوش ہوئی۔ اُس نے حضورؑ سے عرض کیا کہ امیر احمد کو کہو کہ یہی بادام گھونٹ کر مجھے دیا کرے۔ حضورؑ نے مجھے بلوایا اور ہنس کر فرمایا میاں امیر احمد آپ انہیں بادام گھونٹ کر دیدیا کریں۔ میں نے عرض کیا بہت اچھا۔ میں ایسا کرتا رہا۔ جب بادام ختم ہو جاتے حضورؑ سے مانگ لیتا۔

ایک دن حضرت مولوی نور الدین صاحب (خلیفۃ المسیح اولؓ) نے بیان فرمایا کہ ایک دفعہ مرزا سلطان احمد صاحب نے آپ سے کہا حضرت صاحب کو مجھ پر راضی کرا دیں۔ یہ سُن کر حضرت مولوی صاحب نے مرزا سلطان احمد صاحب سے کہا کہ آجکل حضرت صاحب کی توجہ عیسائیت کا رد پیش کرنیکی طرف بہت ہے آپ اِن دنوں عیسائیت کے رد میں کوئی کتاب لکھیں۔ چنانچہ مرزا سلطان احمد صاحب نے ایک کتاب عیسائیت کے رد میں لکھی۔ ایک دن حضرت صاحب سیر سے ایس آ رہے تھے حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ نے حضرت صاحب سے عرض کیا میں نے ایک کتاب عیسائیوں کے خلاف دیکھی ہے۔ بہت اچھی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا کس نے لکھی ہے۔ مولوی صاحب نے عرض کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے۔ حضرت صاحب سُنکر خاموش ہو گئے اور مکان کے اندر چلے گئے۔ مرزا سلطان احمد صاحب نے حضرت مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ حضرت صاحب نے کیا فرمایا۔ حضرت مولوی صاحب نے مرزا سلطان احمد صاحب سے کہا اب آپ ایک سال اور انتظار کریں اور آریوں کے رد میں ایک کتاب لکھیں۔ چنانچہ مرزا سلطان احمد صاحب نے ایسا ہی کیا۔ جب کتاب مکمل ہو گئی تو حضرت مولوی صاحب نے سیر کے وقت اس کا ذکر حضرت صاحب سے کیا۔ حضورؑ نے دریافت فرمایا کس نے لکھی ہے؟ حضرت مولوی صاحب نے عرض کیا مرزا سلطان احمد صاحب نے۔ اِس پر حضرت صاحب نے فرمایا مولوی صاحب! ایک سال ہوا آپ نے پہلے بھی سلطان احمد کا تذکرہ کیا تھا لیکن میرا اور اس کا معاملہ خدا کے سامنے پیش ہے جب تک وہاں سے کچھ فیصلہ نہ ہو میں کیسے اس سے خوش ہو سکتا ہوں +

ڈنمارک میں اشاعتِ اسلام کا خوشکن آغاز

(مسٹر بشیر حسین ٹوبی آف ڈنمارک)

ہمارے ڈنمارک کے نومسلم احمدی بھائی جناب بشیر حسین ٹوبی علم دین حاصل کرنے کے لئے ڈنمارک سے ربوہ آئے ہوئے ہیں۔ گزشتہ دنوں آپ نے یہاں انگریزی میں ایک تقریر کی تھی جس میں آپ نے ڈنمارک میں اشاعتِ اسلام کے خوشکن آغاز اور وہاں غلبۂ اسلام کے امکانات پر بہت عمدہ پیرائے میں روشنی ڈالی تھی۔ ذیل میں آپ کی تقریر کا اُردو ترجمہ ہدیۂ قارئین کیا جا رہا ہے۔ امید ہے ڈنمارک میں تبلیغِ اسلام کے حالات اور وہ بھی ڈنمارک ہی کے ایک نومسلم کی زبانی بہت دلچسپی سے پڑھے جائیں گے۔　　(ادارہ)

برادران! السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جیسا کہ آپ صاحبان جانتے ہیں میں ڈنمارک کا رہنے والا ہوں جو یہاں سے چھ ہزار میل دُور ہے۔ ڈنمارک شمالی یورپ کا ایک ملک ہے۔ اِس ملک میں بادشاہت قائم چلی آ رہی ہے۔ وہاں بادشاہ پارلیمانی نظام کی مدد سے ملک پر حکمرانی کرتا ہے۔ ہمارے موجودہ بادشاہ کا نام فریڈرک نہم ہے۔ اُن کی کوئی نرینہ اولاد نہیں اس لئے ان کے بعد وہاں ایک ملکہ کی حکمرانی ہوگی۔

ڈنمارک دو حصّوں پر مشتمل ہے۔ ان میں سے ایک حصّہ تو اصل یا قدیمی ڈنمارک ہے اور دوسرا گرین لینڈ کہلاتا ہے۔ قدیمی ڈنمارک کا رقبہ ۱۶۵۷۰ مربع میل ہے اور آبادی چار کروڑ پچاس لاکھ نفوس پر مشتمل ہے۔ وہاں کے باشندے تمام تر آرین نسل سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے آباؤ اجداد آج سے بیس ہزار سال قبل وسطی ایشیا سے کُوچ کر کے اِس ملک میں وارد ہوئے تھے۔ گرین لینڈ کوئی نوآبادی نہیں بلکہ خود اپنی ذات میں ایک ملک ہے۔ اِس کا رقبہ اگرچہ ۶ لاکھ مربع میل ہے لیکن آبادی ۵ لاکھ سے زیادہ نہیں ہے۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ ۶ لاکھ مربع میل کے مجموعی رقبہ میں سے قریباً ساڑھے پانچ لاکھ مربع میل کا علاقہ تمام تر برف سے ڈھکا ہوا ہے حتّٰی کہ بعض مقامات پر تو برف کی گہرائی ایک میل سے بھی زیادہ ہے۔ ابتداء میں

گرین لینڈ کی آبادی اسکیموز پر مشتمل تھی جو منگولین نسل سے تعلق رکھتے تھے لیکن گزشتہ ایک سو سال کے عرصہ میں یورپی باشندوں کے ساتھ اختلاط کے باعث وہ ایک مخلوط نسل کی صورت اختیار کر چکے ہیں اور اب وہاں اصل اسکیموز اکثریت میں نہیں ہیں۔ اب وہ سب اسکیموز کی بجائے گرین لینڈرز (یعنی گرین لینڈ کے باشندے) کہلاتے ہیں۔

ڈنمارک کا سرکاری مذہب پروٹسٹنٹ عیسائیت ہے لیکن وہاں ہر شخص آزاد ہے کہ اپنی مرضی کے مطابق جو مذہب چاہے اختیار کرے اور اس پر اعتقاد رکھے البتہ عمل و کردار کے لحاظ سے اس بارہ میں بعض ملکی قوانین کی پابندی لازمی ہے۔ مثال کے طور پر مسلمانوں اور مارمن فرقے کے لوگوں کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ ایک سے زیادہ شادیاں کریں۔ اگرچہ وہ غیر رسمی طور پر جتنی چاہیں عورتیں رکھ سکتے ہیں لیکن اُن میں سے سوائے ایک کے باقی کے ساتھ وہ باضابطہ طور پر شادی نہیں کر سکتے۔

چونکہ عیسائیت کو سرکاری مذہب کی حیثیت حاصل ہے اس لئے تمام گرجوں کے اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے اور پادریوں وغیرہ کو اُن کے منصب اور مقام کے لحاظ سے دیگر ملازمین کی طرح حکومت کی طرف سے ہی تنخواہیں ملتی ہیں۔ اسی طرح وہاں تمام سکولوں میں پہلی جماعت سے ہی عیسائیت کی تعلیم دی جاتی ہے اور اس کے سوا اور کسی مذہب کی تعلیم نہیں دی جاتی۔ اگر اتفاق سے کوئی شخص کسی دوسرے مذہب کے متعلق کچھ سیکھتا بھی ہے تو وہ علم اتنا ادھورا اور ناقص ہوتا ہے کہ اُس مذہب پر فی الحقیقت ایمان رکھنے والا کوئی شخص بھی اسے اپنے مذہب سے تعبیر نہیں کر سکتا۔ مثال کے طور پر جب میں نے وہاں ذاتی شوق کی بناء پر اسلام کے متعلق کچھ معلومات حاصل کیں تو وہ اصل اسلام سے اس قدر مختلف تھیں کہ مجھے وہ اب سراسر مضحکہ خیز نظر آتی ہیں۔ سرکاری طور پر عیسائیت کی اس بالادستی کے باوجود وہاں تمام مذاہب کو علی الاعلان تبلیغ کی کھلی اجازت ہے۔ ہر مذہب کے پیرو وہاں کھلے بندوں اپنے مذہب کی تبلیغ کر سکتے ہیں چنانچہ وہاں جَین مت اور بدھ مت کے ماننے والے، یوگی، ہندو، بھوت پریت اور جادو گرمیوں پر یقین رکھنے والے سب ہی قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے اپنے مسلک کی تبلیغ بھی کرتے ہیں۔

ان عجیب و غریب غیر مذاہب کے مشنوں کے علاوہ وہاں ایک اور مشن بھی ہے لیکن وہ ان سب سے یکسر مختلف واقع ہوا ہے اور وہ ہے احمدیہ مسلم مشن۔ سارے ڈنمارک میں یہ واحد اسلامی مشن ہے۔ یہ مشن وہاں اسلام کی نمائندگی کرتا ہے اور اسلام کے تحفظ اور دفاع کا واحد علمبردار ہے۔ اس مشن کے انچارج جماعت احمدیہ کے نوجوان پاکستانی مبلغ اسلام جناب کمال یوسف ہیں۔ زبردست مقابلہ کے باوجود وہ وہاں بہت شاندار کام کر رہے ہیں۔ اس زبردست مقابلہ کو وہ خاطر میں نہیں لاتے کیونکہ وہ اس سے صحیح طور پر نپٹنے کی پوری اہلیت رکھتے ہیں۔ ایک اور شخص جو

ڈنمارک میں زبردست کام کر رہا ہے وہ ہیں جماعت احمدیہ ڈنمارک کے پریذیڈنٹ مسٹر میڈسن ۔ ان کا اسلامی نام عبدالسلام ہے ۔ جہاں تک مجھے علم ہے وہ ڈنمارک کے پہلے نو مسلم ہیں اور وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے وہاں اسلام کو اُس کی اصل صورت میں پیش کرنے کی مہم شروع کی ۔ قبل اس کے کہ وہاں جماعتِ احمدیہ کی طرف سے باقاعدہ مشن قائم ہوا انہوں نے اپنے طور پر وہاں اسلام کا پیغام پہنچانے کا بیڑا اٹھایا ۔ بعد میں جب وہاں مشن قائم ہو گیا اور جناب کمال یوسف بھی آ گئے تو پھر انہوں نے اور جناب کمال یوسف نے مل کر اسلام کی طرف سے ایسا زبردست محاذ قائم کیا کہ اب عیسائیوں کے لئے اس کا مقابلہ کرنا بے انتہا دقّت طلب ہے ۔

وہ دونوں ملک بھر میں پبلک لیکچروں کے ذریعہ اسلام کے متعلق رائے عامہ کو بدلنے کی کوشش کر رہے ہیں اُس رائے عامہ کو جس کا اسلام کے متعلق تصوّر ایک مضحکہ خیز کارٹون سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا ایسے مضحکہ خیز تصوّر کو بدلنا ہنسی کھیل نہیں ہے ۔ تاہم وہ اُسے بدلنے میں برابر کوشاں ہیں ۔ اُن کی یہ مساعی رائیگاں نہیں جا رہیں بلکہ اُن کے نتائج دن بدن منظرِ عام پر آ رہے ہیں ۔ زیادہ سے زیادہ لوگ اپنی کمین گاہوں سے نکل کر باہر آ رہے ہیں اور مطالبہ کر رہے ہیں کہ انہیں اسلام کے متعلق اور زیادہ معلومات بہم پہنچائی جائیں ۔ اُس وقت تک جب کہ میں ڈنمارک سے روانہ ہوا وہاں ڈینش نو مسلموں کی تعداد ساٹھ تک پہنچ چکی تھی اور یہ سب وہ لوگ تھے جنہیں مسٹر میڈسن اور جناب کمال یوسف کے ذریعہ قبولِ اسلام کی توفیق ملی ۔ ہو سکتا ہے آپ لوگوں کو یہ تعداد کچھ زیادہ معلوم نہ ہو لیکن اگر دیکھا جائے تو یہ فی الحقیقت ایک بڑی تعداد ہے ۔ اس تعلق میں جو چیز سب سے زیادہ نمایاں حیثیت رکھتی ہے وہ ہے تعداد میں اضافہ کی رفتار ۔ جب گزشتہ موسمِ گرما میں میں نے اسلام قبول کیا تھا اُس وقت وہاں نو مسلموں کی تعداد چالیس تھی ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ گزشتہ آٹھ مہینوں میں مزید بیس اشخاص مشرف بہ اسلام ہوئے ۔ میری نگاہ میں یہ کافی معقول اضافہ ہے ۔

ان ساٹھ مستعد اور فعّال نو مسلموں کے علاوہ ملک بھر میں دو تین ہزار اشخاص ایسے ہیں جو اسلام میں بہت زیادہ دلچسپی رکھتے ہیں اور اسلام کے متعلق اور زیادہ علم حاصل کرنے کے متمنی ہیں ۔ ان میں سے بہت سوں نے اپنے دل میں اسلام کو قبول بھی کر لیا ہے اور عملاً اسلامی اصولوں کے مطابق ہی زندگیاں گزار رہے ہیں گو پورا علم نہ ہونے کی وجہ سے اُن کا یہ عمل کلّی طور پر اسلام کے معیار پر پورا نہ اُترتا ہو ۔ صرف مشکل یہ ہے کہ ابھی ان میں میدان میں قدم رکھنے کی جرأت نہیں ہے ۔

میرے اپنے ملک میں اور اسی طرح مجھے یقین ہے یورپ کے دوسرے ممالک میں بھی بہت سے لوگوں کا عیسائیت پر سے ایمان اُٹھ چکا ہے ۔ عیسائیت پر سے ایمان اُٹھنے کا مطلب یہ ہے کہ اب انہیں کسی بات پر بھی اعتقاد نہیں ہے ۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سائنس کی بہت گرم بازاری ہے ۔ ہر بات کو سائنسی توجیہات

تک ہی محدود سمجھا جاتا ہے - اُدھر پریس نے آفت ڈھائی ہوئی ہے - اخبارات میں ایک چیخ و پکار پڑی ہوئی ہے کہ ایٹمی جنگ چھڑنے ہی والی ہے اور یہ کہ چاند پر اور چاند اور دوسرے سیاروں سے کرۂ ارض پر حملوں کا سلسلہ شروع ہو کر اس دنیا کو تباہ کر دے گا - اس چیخ و پکار نے لوگوں کو بُری طرح متاثر کیا ہے اور اُن کا توازن برقرار نہیں رہا ہے - خوف اُن پر بُری طرح غالب آچکا ہے - جب پوری انسانیت خوفزدہ ہو جائے تو پھر اُس کو تسلی دینے کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟ بچے تو خوف کی حالت میں اپنی ماؤں سے تسلی پا جاتے ہیں بڑی عمر کے انبوہِ کثیر کو کون تسلی دے - وہ جائیں تو کہاں جائیں - اُن کے لئے تسلی اور سہارے کا موجب ایک ہی چیز ہو سکتی ہے اور وہ ہے مذہب - لیکن سوال یہ ہے کہ کیا عیسائی پادری خوف سے نجات دلانے میں اُن کی مدد کر سکتے ہیں؟ بظاہر و باہر ہے کہ پروٹسٹنٹ پادری تو اُن کے کسی کام نہیں آ سکتے۔ عرصہ ہوا کہ اُن پر سے اُن کا اعتماد اُٹھ چکا ہے البتہ کیتھولک پادری ابھی کچھ عرصہ لوگوں کے کام آسکینگے۔ کیونکہ کیتھولک عیسائیوں کا اپنے پادریوں پر سے کلّی طور پر اعتماد نہیں اُٹھا ہے لیکن یہ اعتماد بھی صرف اُس وقت تک ہی بحال رہے گا جب تک کہ لوگ مذہب کے معاملہ میں بھی خود غور و فکر سے کام لینا شروع نہیں کر دیتے - حالات کے جدید تقاضوں کا دباؤ بڑھنے کی دیر ہے کہ وہ وقت آجائے گا کہ لوگ کیتھولک پادریوں کی باتوں پر بھی کان دھرنا چھوڑ دیں گے خواہ وہ اپنے تین خداؤں اور روح القدس کی خاطر کتنی ہی موم بتیاں روشن کیوں نہ کریں اور عبادت کی کتنی ہی محفلیں کیوں نہ سجائیں -

لوگ بہرحال باطنی تحفظ اور قلبی اطمینان کے متلاشی ہیں اور عیسائیت کے لئے اِس خلا کو پُر کرنا ممکن نہیں ہے - اِن حالات میں وہاں اسلام کے پھیلنے اور غالب آنے کا بہت امکان ہے - ایک شاندار موقعہ پیدا ہوا ہے جس سے اگر فائدہ اُٹھایا جائے تو وہاں اسلام بہت مضبوطی سے اپنے پاؤں جما سکتا ہے۔ آجکل کے مخصوص حالات میں اسلام کی یہ خوبی ہی اُس کی کامیابی کی ضامن ہے کہ یہ کامل غور و فکر اور تحقیق کے بعد صداقت کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے - جب لوگوں پر اِس کی یہ خوبی منکشف ہو گی تو وہ ضرور غور و فکر اور تحقیق سے کام لیں گے اور اِس کا لازمی نتیجہ یہ ہو گا کہ اُن پر یہ حقیقت کھُل جائے گی کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے ـــــ لیکن یہاں اِس امر کا لحاظ ضروری ہے کہ صداقت کا کھُل جانا اَور بات ہے اور اسے قبول کر لینا اَور بات ہے - اگر اہلِ ڈنمارک پر صداقت کھُل بھی جائے تو بھی اِس کا یہ مطلب نہیں ہو گا کہ انہوں نے فی الحقیقت اسلام قبول بھی کر لیا - اِس بات کو سمجھنے کے لئے پروٹسٹنٹ یورپ کی مذہبی صورت حال کو سمجھنا ضروری ہے - وہاں لوگ عیسائیت پر ہی نہیں بلکہ کسی بات پر بھی ایمان نہیں رکھتے - وہ ایک لمبے عرصہ سے ایسے ہی ماحول میں زندگی گزارتے چلے آرہے ہیں - وہاں اگر کوئی شخص کسی بات کو ایک

دینی صداقت کے طور پر تسلیم کرنے لگے تو رائے عامہ کی نگاہ میں اُس کا یہ فعل قابلِ تضحیک ہوگا۔ اگر آپ کسی بات پر خواہ وہ کچھ ہی کیوں نہ ہو اعتقاد رکھتے ہیں تو آپ وہاں کے محاورہ کی رُو سے صریحاً بے وقوف اور احمق ہیں۔ لوگ آپ کے مُنہ پر آپ کی ہنسی اُڑائیں گے اور آپ پر انگلیاں اُٹھنی شروع ہو جائیں گی۔ اِس لئے وہاں لوگ قائل ہو جانے کے باوجود آخری قدم اٹھانے اور اپنے عقیدہ کا اعلان کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ ہاں اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے کہ مذہبی اعتقاد رکھنے والوں کو وہاں عزت کی نگاہ سے دیکھا جانے لگے تو پھر یقیناً بہت سے لوگ اسلام کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائیں گے۔ مَیں نے خود جب اسلام قبول کیا اور اُس کا علی الاعلان اظہار کیا تو میرے دوستوں اور خاندان والوں نے مجھے بہت اونچے درجے کا بیوقوف اور احمق قرار دیا اور مجھے بہت ہی ناگوار قسم کی مخالفت برداشت کرنا پڑی۔

مَیں ایک لمبے عرصہ سے عیسائیت سے بیزار چلا آرہا تھا کیونکہ عیسائیت کی تعلیم مجھے مطمئن کرنے میں ناکام رہی تھی۔ مجھے اس میں عدم رواداری کی تعلیم نظر آئی جو مجھے قطعاً پسند نہ تھی۔ بالخصوص اِس عام رجحان سے مجھے قطعاً کوئی لگاؤ نہ تھا کہ عیسائیت بلحاظ مذہب یورپی باشندوں کے لئے مخصوص ہے۔ وہاں انجیل کے بعض حصّوں کی ایسی توجیہہ پیش کی جاتی ہے جس سے عیسائیت خصوصی طور پر سفید فام نسلوں کا مذہب بنکر رہ جاتی ہے اور اس کی رُو سے انہیں اِس بات کی اجازت مل جاتی ہے کہ وہ رنگدار نسل کے لوگوں کے ساتھ جیسا چاہیں سلوک کریں کیونکہ وہ خدا کی منتخب مخلوق نہیں ہیں۔ یہ اور اِسی قسم کی دوسری چیزیں مجھے عیسائیت سے متنفر کرنے کا باعث بنیں اور انہوں نے مجھے دوسرے مذاہب کا مطالعہ کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ چنانچہ مَیں نے اسلام قبول کرنے سے قبل بارہ کے قریب مختلف دینی مسلکوں کو آزمایا اور بالآخر جب مجھ پر یہ حقیقت کھُل گئی کہ اسلام ہی سچا مذہب ہے تو مَیں نے اسے قبول کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اِس فیصلے کے بعد مَیں نے کوپن ہیگن میں دوسرے مسلمانوں سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ چنانچہ سب سے پہلے مسلمان جن سے مَیں ملا مسٹر کمال یوسف اور مسٹر عبد السلام میڈسن تھے۔ ان سے مختلف مسائل پر تبادلۂ خیالات ہوا اور مجھے احمدیہ تحریک کا پتہ چلا۔ ان کی باتیں بہت وزنی اور مدلّل تھیں۔ میرے دل میں احمدیت کی صداقت گڑ گئی اور مَیں نے بالآخر ایک نومسلم کی حیثیت سے جماعتِ احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی اور مجھے وہ چیز مل گئی جس کا مَیں متلاشی تھا۔

اِس کے بعد مَیں نے یہ محسوس کیا کہ اسلام کے بعض عملی پہلو ایسے ہیں کہ ان کے متعلق مکمل واقفیت مَیں ڈنمارک میں رہ کر حاصل نہیں کر سکتا اس کے لئے مجھے مرکز میں جا کر علمِ دین حاصل کرنا چاہیئے اور اسلام کا زیادہ تفصیلی مطالعہ کرنا چاہیئے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر مَیں گزشتہ ایک ماہ سے یہاں آیا ہوں۔ مَیں

نے آپ لوگوں میں اسلامی اخوت کا شدید احساس پایا ہے۔ اسی طرح میں نے آپ کے طور و طریق اور رواج کا بھی مطالعہ کیا ہے۔ بعض طریقے اور رواج بہت اچھے لگے ہیں اور بعض ابھی قدرے عجیب معلوم ہوتے ہیں لیکن مزاجوں اور علاقوں کے اختلاف کی وجہ سے ایسا ہونا قدرتی امر ہے۔ میں یہ یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہاں آنے کے بعد اب میں جماعت احمدیہ ڈنمارک کے لئے زیادہ مفید ثابت ہو سکتا ہوں۔ اس لئے جب میں ربوہ چھوڑ کر اپنے وطن واپس جاؤں گا تو فی الحقیقت ربوہ مجھ سے چھوٹے گا نہیں بلکہ اس کی یاد ہمیشہ میرے ساتھ رہے گی +

انصار اللہ کی مالی تحریکات

چندہ مجلس - سالانہ اجتماع - تعمیر فنڈ - اشاعت لٹریچر

مجلس انصار اللہ کے ہر رکن کا ضروری فرض ہے کہ مرکز کی مالی حالت کو مضبوط کرنے میں تعاون کرے اور اس کی یہ صورت ہے کہ باہمی مشورہ سے جو چار مالی تحریکات اس وقت جاری ہیں ان میں شرح کے مطابق چندہ دیا جائے اور بقایا نہ رہنے دیا جائے۔ احباب کی یاد دہانی کے لئے ان چاروں چندہ جات کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ چندہ مجلس۔ کل آمد پر نصف پیسہ فی روپیہ بشرطیکہ پچیس پیسے ماہوار سے کم نہ ہو۔

۲۔ چندہ سالانہ اجتماع۔ ایک روپیہ فی رکن سالانہ۔

۳۔ تعمیر فنڈ۔ حسب توفیق۔

۴۔ چندہ اشاعت لٹریچر۔ ایک روپیہ فی رکن سالانہ۔

(قائد مال مجلس انصار اللہ مرکزیہ ربوہ)

بچوں کا صفحہ

چار بلّیاں اور ایک چڑیا

بچو! آج ہم تمہیں چار بلّیوں اور ایک چڑیا کا بہت مزیدار قصہ سناتے ہیں۔ قصہ سنانے سے پہلے ہم یہ بتا دیں کہ یہ فرضی کہانی نہیں ہے بلکہ بالکل سچّا واقعہ ہے۔ یہ واقعہ ہمارے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آنکھوں کے سامنے گزرا اور حضورؑ نے اسے خود بیان فرمایا۔ اس لئے اِسے توجہ سے پڑھو کیونکہ اِس سے ایک بہت بڑا سبق ملتا ہے۔ ہم حضورؑ کے ہی الفاظ میں یہ واقعہ یہاں درج کرتے ہیں۔ یاد رہے یہ واقعہ ہے ۲۹ر جون ۱۹۰۲ء کا۔ حضورؑ فرماتے ہیں:-

"میرے مکانوں میں چار بلیاں رہتی ہیں۔ ایک والدہ ہے اور تین اُس کی بیٹیاں ہیں۔ وہ بھی جوان اور مضبوط ہیں۔ کل دوپہر کے وقت مَیں اکیلا دالان میں بیٹھا تھا۔ میرے دروازے کے آگے ایک چڑیا آکر بیٹھ گئی۔ فی الفور بڑی بلی نے حملہ کیا اور اُس چڑیا کا سر منہ میں پکڑ لیا۔ پھر دوسری بلی آئی۔ اُس نے وہ چڑیا پہلی بلی سے لے کر اپنے قبضہ میں کر لی۔ اور اس کا سر منہ میں پکڑ لیا اور چڑیا کو زمین پر ایسا رگڑا کہ مَیں وہ حالت مارے رحم کے دیکھ نہ سکا اور دوسری طرف مَیں نے منہ کر لیا۔ پھر جو مَیں نے دیکھا تو تیسری بلی نے اُس چڑیا کا سر اپنے منہ میں لے رکھا تھا۔ اُس وقت مجھے خیال آیا کہ غالباً سر کھایا گیا۔ اتنے میں چوتھی بلّی نے اُس چڑیا کو لیا اور زمین پر اسے رگڑا۔ تب مَیں نے یقین کیا کہ چڑیا مر چکی اور سر کھا لیا گیا پھر ایک بلّی نے چاہا کہ اُس چڑیا کے گوشت میں سے کچھ حصہ لے اُس نے اُس چڑیا کو کھانے کے لئے اپنی طرف کھینچا شاید اِس غرض سے کہ کم سے کم نصف پہلی بلّی کے منہ میں رہے اور نصف آپ کھائے

لیکن کسی سبب سے وہ چڑیا دونوں کے منہ سے نکل کر زمین پر جا پڑی اور گرتے ہی پھر کرکے اُڑ گئی۔ چاروں بلّیاں پیچھے دوڑیں۔ مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔ وہ کسی درخت پر جا بیٹھی اور بلّیاں خائب وخاسر واپس آئیں —— اِس واقعہ کو دیکھ کر میرے دل کو بہت جوش آیا کہ اِس طرح خدا تعالیٰ دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑاتا ہے۔"

(مکتوباتِ احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۳۴، ۳۵)

سچ ہے جسے خدا رکھے اسے کون چکھے۔ جسے خدا بچانا چاہے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ایک ننھی سی چڑیا چار خونخوار بلّیوں کے نرغہ میں پھنسی ہوئی تھی۔ بھلا کوئی صورت تھی اُس کے بچنے کی۔ سوائے خدا کے اُسے کون بچا سکتا تھا۔ اور واقعی خدا نے بچا کر دکھا دیا۔ بلّیاں منہ تکتی رہ گئیں۔

اسی طرح خدا اپنے نیک اور پیارے بندوں کو دشمنوں سے بچاتا ہے اور اپنی قدرت کا تماشہ دکھاتا ہے۔ تم بھی نیک اور خدا کے پیارے بندے بننے کی کوشش کرو۔ وہ تمہیں بھی ہر دشمن اور دشمن کے ہر شر سے بچائے گا۔ انشاءاللہ۔

اللہ تعالےٰ سب بچوں کو نیک بننے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کا حافظ و ناصر ہو۔

آمین

توحید کا درس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک چھوٹی سی نظم میں خدا سے دل لگانے کی تلقین فرمائی ہے۔ اُس خدا سے جو واحد لاشریک، اور لازوال ہے۔ ہم وہ نظم یہاں درج کرتے ہیں۔

وہ دیکھتا ہے، غیروں سے کیوں، دل لگاتے ہو
جو کچھ بُتوں میں پاتے ہو اُس میں وہ کیا نہیں

سُورج پہ غور کرکے نہ پائی وہ روشنی
جب چاند کو بھی دیکھا تو اُس یار سا نہیں

واحد ہے، لاشریک ہے اور لازوال ہے
سب موت کا شکار ہیں اُس کو فنا نہیں

سب خیر ہے اِسی میں کہ اُس سے لگاؤ دل
ڈھونڈو اُسی کو یارو بُتوں میں وفا نہیں

اِس جائے پُرعذاب سے کیوں دل لگاتے ہو
دوزخ ہے یہ مقام یہ بُستاں سرا نہیں

(درثمین)

مرکزی اعلانات

انصاراللہ کی ماہانہ کارگزاری کی رپورٹ

دفتر انصاراللہ مرکزیہ کا طریق یہ ہے کہ سال کے شروع ہی میں سارے سال کا پروگرام "مجالس انصاراللہ کے لئے ہدایات" کے زیرِ عنوان چھپوا کر مجالس کو بھجوا دیا جاتا ہے۔ زعماء / زعماء اعلیٰ سارا سال اس پروگرام کو سامنے رکھ کر کام کرتے ہیں چنانچہ امسال بھی حسب دستور مجالس کو مطبوعہ پروگرام ارسال کیا جا چکا ہے تمام مجالس کے عہدیداروں سے گذارش ہے کہ وہ ازراہ کرم اس پروگرام کو ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں اور کوشش کریں کہ سال کے ختم ہونے سے قبل اس پروگرام کی ہر شق پایہ تکمیل کو پہنچ جائے۔ اس سلسلہ میں یہ بھی گذارش ہے کہ مرکز کو اپنی مساعی سے باخبر رکھنا ازبس ضروری ہے اس لئے ازراہ نوازش ہر ماہ کی دس تاریخ تک گذشتہ ماہ کی رپورٹ مرکز میں بھجوا دی جایا کرے۔ اب تک جن مجالس نے ماہ اپریل کی رپورٹ کارگذاری نہیں بھجوائی وہ براہ کرم جلد مرکز میں رپورٹ بھجوا دیں۔ جزاکم اللہ۔

یہ امر ملحوظ خاطر رہے کہ علَم انعامی کا فیصلہ کرتے وقت انہیں رپورٹوں کو مدنظر رکھا جاتا ہے۔

(قائد عمومی مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

انصاراللہ کی دوسری سہ ماہی کا امتحان

تمام اراکین انصاراللہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ قیادت تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ کے زیراہتمام قرآن مجید کے چوتھے پارہ کے نصف دوم کے ترجمہ کا امتحان مورخہ یکم جولائی ۱۹۶۲ء کو منعقد ہوگا۔ تمام اراکین ابھی سے تیاری شروع فرماویں۔

زعماء / زعماء اعلیٰ اصحاب ازراہ کرم وقتاً فوقتاً امتحان کی تحریک کرتے رہیں اور امتحان کی تیاری منظم طور پر کروائیں اور جو جو دوست اس امتحان میں شریک ہو رہے ہوں ان کے اسماء سے مرکز میں اطلاع دی جائے تاکہ اس تعداد میں پرچہ سوالات روانہ کئے جا سکیں۔ جزاکم اللہ۔

(قائد تعلیم مجلس انصاراللہ مرکزیہ)

اقتباسات از درِ ثمین فارسی

مجلس انصار اللہ مرکزیہ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منظوم کلام فارسی کے چند اقتباسات کا ایک نہایت موزوں۔ خوبصورت اور دلکش مجموعہ شائع کیا ہے جو اعلیٰ آرٹ پیپر کے ۱۶ صفحات پر مشتمل ہے یہ دیدہ زیب کتابچہ فی الحقیقت اس قابل ہے کہ اسے تحفہ کے طور پر بکثرت تقسیم کیا جائے اور ہمیشہ زیر مطالعہ رکھا جائے۔

قیمت صرف ۲۴ نئے پیسے ہے۔ دفتر انصار اللہ مرکزیہ سے طلب کیا جا سکتا ہے۔

(قائد اشاعت انصار اللہ مرکزیہ)

محترم ڈاکٹر محمد عبد الرشید صاحب کی وفات پر

مجلس انصار اللہ کوئٹہ کی قرارداد تعزیت

مجلس انصار اللہ کوئٹہ کا یہ اجلاس (منعقدہ ۴ مئی ۶۲ء) محترم ڈاکٹر محمد عبد الرشید صاحب مرحوم کی وفات پر اپنے دلی صدمہ اور رنج و غم کا اظہار کرتا ہے اور اس صدمہ میں مرحوم کی محترمہ بیگم صاحبہ اور دیگر افراد خاندان اور لواحقین کے ساتھ دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم (جنہوں نے ۲۵ اپریل ۶۲ء کو وفات پائی) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ صحابی حضرت منشی محمد اسمٰعیل صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ کے فرزند اکبر تھے حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹی رضی اللہ عنہ جنہیں تاریخ احمدیت میں ایک نہایت ارفع مقام حاصل ہے مرحوم کے پھوپھا تھے محترم ڈاکٹر صاحب مرحوم نے اپنے بزرگوں سے بہت سی خوبیوں میں حصہ پایا تھا۔ آپ بلند اخلاق کے مالک تھے۔ جذبہ خدمتِ خلق، ہمدردی، اسلامی غیرت، قرآن کریم سے والہانہ محبت اور دعاؤں میں شغف آپ کے نمایاں اوصاف تھے۔

مرحوم مجلس انصار اللہ کوئٹہ کے ایک لمبے عرصہ تک زعیم اعلیٰ رہے اور اس عرصہ میں آپ نے اپنے فرائض منصبی کو نہایت احسن طور پر سرانجام دیا اور مجلس کی اعلیٰ پیمانہ پر قیادت فرمائی۔ آپ نے اپنے اوصافِ حمیدہ کی بدولت انصار اللہ کوئٹہ کے دلوں میں ایک خاص محبت اور احترام کا مقام حاصل کر لیا تھا ایسے بزرگ کی وفات ایک بہت بڑا صدمہ ہے — دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور ہمیں آپ کے اوصافِ حمیدہ کو اپنانے کی توفیق بخشے نیز اللہ تعالیٰ آپ کے پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے اور آپ کی بیگم صاحبہ محترمہ اور دیگر پسماندگان کا حافظ و ناصر ہو اور آپ کے بچوں کو تقویٰ اور تعلق باللہ میں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق دے آمین۔

(زعیم اعلیٰ مجلس انصار اللہ کوئٹہ)

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے

جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل بناتا ہے

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیئے اور ان کو شکر کرنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں ۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا ۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں کہ جس کو ہماری صحبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو ۔

ہماری جماعت کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے ، خدا تعالیٰ پر سچا یقین اور معرفت پیدا ہو ، نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو ۔ کیونکہ اگر سستی ہو تو وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے ۔ اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے ۔ ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے ۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل اس جماعت میں نہیں ہے محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا ۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آ جاویگا کہ وہ الگ ہو جائے گا ۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے،،

(بحر العرفان صفحہ ۴۲ ، ۴۳)

صرف ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گولبازار ربوہ میں چھپا ۔